ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

44

www.tanzeem.org

13 تا 19 نومبر 2012ء / 27 ذوالحجہ (1433ھ) تا 4 محرم الحرام (1434ھ)

اس شمارے میں

یہ کس کا پاکستان ہے!

لٹمس ٹیسٹ

اقبال اور دورِ ابلیسیت

حرمتِ رسولؐ کی ضمانت

ذرا سوچئے!

محرم الحرام: اسلامی سال کا پہلا مہینہ

حضرت ابودرداء انصاریؓ

متحدہ مجلس عمل کی بحالی

ٹی وی چینلوں کا مُبرا کے منہ پر تھپڑ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

غیر اسلامی دستور العمل نامقبول ہے!

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن‘ سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ جو کچھ قرآن مجید سے میری سمجھ میں آیا ہے‘ اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں‘ بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے‘ جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانے میں ’دین‘ قومی تھا‘ جیسے مصریوں‘ یونانیوں اور ہندیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار پایا جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے۔ جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے‘ اس لئے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف ’اسٹیٹ‘ ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے‘ نہ نسلی ہے‘ نہ انفرادی اور پرائیویٹ‘ بلکہ خالصۃً انسانی ہے۔ اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل قوم اور نسل پر بنا نہیں کیا جا سکتا‘ نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں‘ بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کہا جا سکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے‘ جو ایک امت کی تشکیل اور اس کی بقا کے لئے ضروری ہے۔

امت مسلمہ‘ جس دین فطرت کی حامل ہے اس کا نام ’دین قیم‘ ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب و غریب لطیفہ قرآنی مخفی ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف دین ہی مقوم ہے‘ اس گروہ کے امور معاشی اور معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظام کے سپرد کر دے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہ قرآن کی رُو سے حقیقی تمدنی زندگی یا سیاسی معنوں میں ’قوم‘ دین اسلام ہی سے ’تقویم‘ پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی ہو‘ نامقبول اور مردود ہے۔

علامہ محمد اقبال

سورۃ یوسف

(آیات 43 تا 44)

الھدیٰ (536)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

آیت ۴۳ ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں' جن کو کھا رہی ہیں سات دبلی گائیں۔''

اب یہاں سے اس قصے کا ایک نیا باب شروع ہو رہا ہے۔ اُس وقت مصر پر فراعنہ کی حکومت نہیں تھی' بلکہ وہاں چرواہے بادشاہ (Hyksos Kings) حکمران تھے۔ تاریخ میں اکثر ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کچھ صحرائی قبیلوں نے قوت حاصل کر کے متمدن علاقوں پر چڑھائی کی' پھر یا تو وہ لوٹ مار کر کے واپس چلے گئے یا اُن علاقوں پر اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ ایسی ہی ایک مثال مصر کے چرواہے بادشاہوں کی ہے جو صحرائی قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے کسی زمانے میں مصر پر حملہ کیا اور مقامی لوگوں (قبطی قوم) کو غلام بنا کر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہاں جس بادشاہ کا ذکر ہے وہ اسی خاندان سے تھا۔ اس بادشاہ کے کردار اور رویے کی جو جھلک اس قصے میں دکھائی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ توحید و رسالت سے نابلد تھا مگر ایک نیک سرشت انسان تھا۔

﴿وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ﴾ ''اور سات بالیاں ہیں ہری اور دوسری (سات) خشک۔''

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾﴾ ''تو اے میرے درباریو! مجھے بتاؤ تعبیر میرے خواب کی اگر تم لوگ خوابوں کی تعبیر کر سکتے ہو۔''

آیت ۴۴ ﴿قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خیالات ہیں' اور ایسے خوابوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔''

بادشاہ کے خواب کو سن کر انہوں نے جواب دیا کہ یہ کوئی معنوی خواب نہیں' ایسے ہی بے معنی اور منتشر قسم کے خیالات ہیں جن کی ہم کوئی تعبیر نہیں کر سکتے۔ فرائڈ کا بھی یہی خیال ہے کہ خواب میں انسان اپنے شہوانی خیالات اور دوسری دبی ہوئی نفسانی خواہشات کی تسکین کرنا چاہتا ہے' مگر اسلامی نقطہ نظر سے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم ''رویائے صادقہ'' کی ہے یعنی سچے خواب' یہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ایسے خوابوں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ نبوت کے اجزاء میں سے ہیں۔ دوسری قسم کے خواب وہ ہیں جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور ان میں بعض اوقات شیاطین جن اپنی طرف سے خیالات انسانوں کے ذہنوں میں الہام بھی کرتے ہیں۔ تیسری قسم کے خواب وہ ہیں جن کا ذکر فرائڈ نے کیا ہے۔ یعنی انسان کے اپنے ہی خیالات منتشر انداز میں مختلف وجوہات کی بنا پر سوتے وقت انسان کے ذہن میں آ جاتے ہیں اور ان میں کوئی معنی یا ربط ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

لباس میں خاکساری اور تواضع پر انعام واکرام

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ يَلْبَسُهَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وانکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بُلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے' اس کو زیب تن کرے۔''

تشریح: یہ بشارت ان بندوں کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ اور بیش قیمت لباس بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن وہ اس مبارک جذبے کے تحت ایسا لباس نہیں پہنتے کہ اس کی وجہ سے دوسرے بندوں پر میرا تفوق اور میری بڑائی ظاہر ہوگی اور شاید کسی غریب و نادار بندے کا دل ٹوٹے۔ بلاشبہ بہت ہی مبارک اور پاکیزہ ہے یہ جذبہ۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے اس جذبے کے تحت ایسا کریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل محشر کے سامنے انہیں اس انعام واکرام سے نوازے گا کہ اہلِ ایمان جنتیوں کے لئے جو اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑے وہاں موجود ہوں گے' فرمایا جائے گا کہ ان میں سے جو جوڑا چاہو لے لو اور استعمال کرو۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

13 تا 19 نومبر 2012ء
27 ذوالحجہ تا 4 محرم الحرام 1434ھ
جلد 21
شمارہ 44

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

یہ کس کا پاکستان ہے

ریفرنڈم جو پاکستان میں فوجی آمروں کی میراث ہے' پہلی مرتبہ ایک سیاسی جماعت نے بھی اس کا ڈول ڈالا ہے۔ ریفرنڈم میں پوچھے جانے والا سوال فوجی آمروں کا بھی پُر اسرار ہوتا تھا' لیکن ایم کیو ایم نے جو سوال فریم کیا ہے وہ پُر اسرار ہونے کے ساتھ شرانگیز بھی ہے۔ ضیاء الحق نے ریفرنڈم میں عوام کے سامنے یہ سوال رکھا تھا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو' اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو ضیاء الحق اگلے پانچ سال کے لیے پاکستان کے صدر رہوں گے۔" یہ سوال سن اور پڑھ کر سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی کے لیے بھی اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ایم کیو ایم کے ریفرنڈم کا سوال ہے "آپ کو قائداعظم کا پاکستان چاہیے یا طالبان کا"' یعنی ایم کیو ایم ریفرنڈم کا سوال فریم کرنے میں فوجی آمروں کو بھی مات کر گئی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایم کیو ایم کس حیثیت سے ملک میں ریفرنڈم کروا رہی ہے؟ فوجی آمر ناجائز ہی سہی اقتدار پر قابض تو ہوتے ہیں۔ ساری دنیا انہیں de-facto حکمران تسلیم کرتی ہے۔ ریفرنڈم کرانا ریاست کا کام ہے اور یہ الیکشن کمیشن کے زیر اہتمام کرایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس move میں گہری سازش کی بو آ رہی ہے۔ الطاف حسین اور ایم کیو ایم کی ساری قیادت اچھی طرح جانتی ہے کہ ان کے اس ریفرنڈم کا عوام کی طرف سے رسپانس صرف سندھ کے چند شہروں خصوصاً کراچی اور حیدر آباد سے آئے گا اور ظاہر ہے ایسے ریفرنڈم میں ایک ایک کارکن ہزاروں ووٹ ڈالے گا' اور یہ اعلان ہو جائے گا کہ ننانوے فیصد سے زائد ووٹروں نے طالبان کے پاکستان کو مسترد کر دیا ہے اور بقیہ پاکستان سرے سے اس ریفرنڈم میں کوئی دلچسپی نہیں لے گا تو یہ ایک تقسیم لوگوں کے سامنے آ جائے گی۔ وہ جناح پور کا تصور پھر اُبھرے گا' جس کے نقشے کئی سال پہلے سامنے آ چکے ہیں۔ یہ سینے میں جنم لینے والی وہ خواہش ہے کہ جس کا سرِعام اور کھلم کھلا اعلان کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے کہ اندرون سندھ طوفان آ جائے گا اور اتحادی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی جس کے طفیل مرکز اور سندھ میں اقتدار کے مزے لوٹے جا رہے ہیں' اس کا اتحادی رہنا ممکن نہ رہے گا۔

اس ریفرنڈم کے حوالے سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایم کیو ایم کراچی اور حیدر آباد کو اپنے شہر قرار دیتی ہے یعنی وہاں کی نمائندگی کی دعوے دار ہے اور کراچی کا حال یہ ہے کہ شہر بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ انسانی خون ارزاں ہو چکا ہے۔ لوگ کیڑے مکوڑوں کی طرح مر رہے ہیں۔ گھر سے نکلنے والے کسی شہری کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ زندہ واپس آئے گا یا اس کی لاش گھر لائی جائے گی۔ گاڑیاں' موٹر سائیکلیں اور موبائل فونز روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں چھینے جا رہے ہیں۔ بھتا' انکم ٹیکس اور زکوٰۃ سے زیادہ منظّم اور باقاعدگی سے وصول کیا جاتا ہے۔ تاجر تنگ آ کر ہڑتالیں کر رہے ہیں۔ فرقہ وارانہ بنیادوں پر مذہبی رہنماؤں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ نیٹو کے اسلحہ سے بھرے ہوئے کنٹینر غائب ہو رہے ہیں اور سیاسی مخالفین ہی نہیں' حکومتی اتحادی بھی آپس میں مورچہ بند ہو کر جنگ کر رہے ہیں۔ کسی علاقے کے خلاف چند دن آپریشن کیا جاتا ہے پھر حکومت اور اس کی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں ان تخریب کار عناصر کے سامنے باقاعدہ ہتھیار ڈال دیتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایم کیو ایم دیانت داری اور خلوص سے حالات کی اصلاح کی کوشش کرتی۔ پھر یہ کہ ریفرنڈم کروانا اگر لازم ہو ہی گیا تھا تو اس کا عنوان ہوتا "اگر کسی شہر یا صوبہ میں بدامنی عروج پر پہنچ جائے اور صوبائی یا شہری حکومت شہریوں کی زندگی محفوظ رکھنے میں مکمل طور پر ناکام ہو جائے تو اُس کا کرسی اقتدار پر براجمان رہنا درست ہے۔"

اب آ جایئے' اس طرف کہ پاکستانیوں کو کس طرح کا پاکستان چاہیے؟ ہم نہیں سمجھتے کہ اس حوالہ سے دو رائے ہونا چاہیے۔ ہمیں اوّل و آخر اللہ اور رسولؐ کا پاکستان چاہیے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستانیوں کی عظیم اکثریت یہی رائے رکھتی ہے۔ تاریخ تحریک پاکستان کا ادنیٰ سا طالب علم بھی جب قائداعظم کی ایک سو سے زائد تقریروں پر نظر دوڑائے گا جو انہوں نے تقسیم ہند سے قبل مختلف فورمز پر کی تھیں یا قیامِ پاکستان کے بعد اُن کی تیرہ ماہ کی زندگی میں چودہ عدد تقاریر پر نگاہ ڈالے گا تو اس کے علم میں یہ بات آئے گی کہ یہ تقریریں اس

بات کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ قائداعظم اپنی کسی سیاسی یا غیر سیاسی تقریر میں سیکولر اور سیکولرازم کے الفاظ کبھی زبان پر نہ لائے تھے۔ ہم ریفرنڈم کی بات کرنے والوں سے سوال کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کے عوامی جلسوں میں لگنے والے نعروں کو کبھی آپ نے پڑھایا ان کی ریکارڈنگ سنی۔ ڈنکے کی چوٹ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' بتایا جاتا تھا۔ قائداعظم قرآن پاک کو اپنا آئین قرار دیتے ہیں۔ ان افواہوں کو مفاد پرستوں کی شرانگیزی قرار دیتے ہیں جن کے مطابق پاکستان میں شریعت محمدی کا نفاذ نہیں ہوگا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالہ سے قائداعظم کی تقریریں ایک کتاب کی صورت میں بھی شائع ہوچکی ہیں۔ ہم یہاں ان کے صرف ایک بیان کا متن من وعن پیش کرتے ہیں جو انہوں نے روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں دیا۔ ان کا یہ بیان زمیندار لاہور اور ماہنامہ منارہ کراچی میں شائع ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا' اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کی مملکت کے قیام کی کوشش کروں۔ اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت ہے مجھے اعلیٰ منصب سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم' مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کردوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز مل سکتا ہے اور دولت بھی مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو تج دیا اور انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے' تاکہ ایک ملک وجود میں آئے جس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو۔''

بدقسمتی سے وطن عزیز میں ایک مختصر ٹولہ ملحد اور انتہا پسند سیکولر عناصر پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے جسم اپنے ضمیر کے مقبرے بن چکے ہیں' جو شرم وحیا سے مکمل طور پر عاری ہو چکے ہیں' جو جھوٹ بولنے اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تسلیم نہ کرنا کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے' روزِ روشن میں سورج کو تسلیم نہ کرنے والی بات ہے۔ یہ ملحد اور سیکولر عناصر جن کی اکثریت میڈیا سے تعلق رکھتی ہے' ان کے بعض پیٹی بھائی (ہم پیشہ میڈیا کے لوگ) ان پر الزامات لگاتے ہیں کہ وہ ''را'' اور دوسری اسلام دشمن خفیہ ایجنسیوں سے اس کی نقد قیمت وصول کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک کالم نویس نے اخبار میں ان خفیہ ایجنسیوں کے نام اور مختلف مقامات کی تفصیل لکھی ہے جہاں ان عناصر کو رقوم تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہم اس الزام تراشی میں نہیں پڑتے۔ اس لیے کہ اس کالم نویس کے پاس ثبوت ہوں گے جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی اساس کے حوالہ سے سیکولر عناصر کے اس جھوٹ اور افترا پردازی کی وجہ یہ ہے کہ عیش وعشرت کی زندگیاں گزارنے والے رنگین مزاج یہ عناصر سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظام انہیں بے راہرو اور غیر شرعی' غیر اخلاقی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دے گا۔ انہیں حرام مال کمانے اور عیش وعشرت کرنے نہیں دے گا۔ ایک نفسیاتی وجہ بھی ہے وہ یہ کہ بچپن میں کچھ نہ کچھ اسلام کے حوالے سے بات والدین یا اساتذہ کی طرف سے ذہن کے کونے کھدرے میں جگہ بنا لیتی ہے۔ یہ چنگاری کبھی بھڑک اٹھتی ہے تو ایسے لوگ خوفزدہ ہو کر یا اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے کُل حقیقت کے ہی انکاری ہو جاتے ہیں۔ وہ خود کو فریب دیتے ہیں اور فرار اختیار کرکے پوری بلند آواز سے شور کی کیفیت پیدا کرکے اپنے ذہنی کرب سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ ہماری ان حضرات کو برادرانہ نصیحت ہے کہ آنکھیں بند کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے' اسلام پاکستان کا ہی نہیں آنے والے وقت میں کُل دنیا کا مقدر ہے۔ یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ کائنات کی اس عظیم ترین ہستی کا مبارک فرمان ہے جو صادق المصدوق ہے' جسے صادق وامین کا خطاب انؐ کے دشمنوں نے دیا تھا۔ ہماری کوئی آنکھ دیکھی شے غلط ہوسکتی ہے' ہماری آنکھیں ہمیں دھوکہ دے سکتی ہیں' آپ کا فرمان (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) غلط ثابت نہیں ہوسکتا۔ اسلام کی حقیقت کو زبان کے ساتھ ساتھ دل سے بھی تسلیم کرلیں' دنیا اور آخرت میں نجات کا یہی واحد راستہ ہے۔ ریفرنڈم انتظامی امور پر ہوسکتا ہے۔ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم ہیں۔ اس پر کیسا ریفرنڈم!

بیابہ مجلس اسرار

لٹمس ٹیسٹ

جس شخص کو یہ یقین ہو کہ اس دنیا کے بعد آخرت کی زندگی ہے اور وہاں میرا مقام جنت میں ہے تو اسے یہ زندگی اثاثہ (asset) نہیں' ذمہ داری (liability) معلوم ہونی چاہیے۔ اسے تو دنیا قید خانہ نظر آنی چاہیے' جیسے حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ)) (صحیح مسلم) ''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''۔ اگر کسی شخص کا آخرت پر ایمان ہے اور اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ خلوص پر مبنی ہے نہ کہ دھوکہ بازی پر تو اس کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ اسے دنیا میں زیادہ دیر تک زندہ رہنے کی آرزو تو نہ ہو۔ اس کا جائزہ ہر شخص خود لگا سکتا ہے' از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿١٤﴾﴾ (القیٰمة) ''بلکہ آدمی اپنے لیے آپ دلیل ہے''۔ ہر انسان کو خوب معلوم ہے کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ آپ کا دل آپ کو بتادے گا کہ آپ اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کررہے ہیں یا آپ کا معاملہ خلوص واخلاص پر مبنی ہے۔ اگر واقعتاً خلوص اور اخلاص والا معاملہ ہے تو پھر تو یہ کیفیت ہونی چاہیے جس کا نقشہ اس حدیث نبویؐ میں کھینچا گیا ہے: ((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ)) (صحیح بخاری) ''دنیا میں اس طرح رہو گویا تم اجنبی ہو یا مسافر ہو''۔ پھر تو یہ دنیا باغ نہیں قید خانہ نظر آنی چاہیے' جس میں انسان مجبوراً رہتا ہے۔ پھر زاویۂ نگاہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ نے مجھے یہاں بھیجا ہے' لہٰذا ایک معین مدت کے لیے یہاں رہنا ہے اور جو جو ذمہ داریاں اس کی طرف عائد کی گئی ہیں وہ ادا کرنی ہیں۔ لیکن اگر یہاں رہنے کی خواہش دل میں موجود ہے تو پھر یا تو آخرت پر ایمان نہیں یا اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ خلوص واخلاص پر مبنی نہیں۔ یہ گویا لٹمس ٹیسٹ ہے۔

(بحوالہ: بیان القرآن' حصہ اول' صفحہ 304)

اقبال اور دورِ ابلیسیت

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی

تخلیق آدمؑ سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں آیا جس میں ابلیس نے اپنی شکست تسلیم کی ہو اور وہ اپنے چیلنج سے دستکش ہو گیا ہو جو اس نے اللہ کو دیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے بھی اس نے اپنی ہار اور شکست تسلیم نہیں کی۔ وہ مسلسل سرگرم عمل ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت 16 میں ابلیس کے اس چیلنج کا ذکر ہے کہ ’’(پروردگار!) میں تیری صراط مستقیم پر لازماً گھات لگا کر بیٹھوں گا (اور تیرے بندوں کو تیرے راستے سے برگشتہ کروں گا)۔‘‘ پھر اس کے لئے اس نے مہلت بھی مانگی ’’قیامت تک کے لئے مجھے مہلت عطا فرما۔‘‘ سورۂ ص میں ابلیس کے الفاظ نقل ہوئے ہیں (ترجمہ) ’’پروردگار! تیرے جلال کی قسم میں ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔‘‘ چنانچہ ابلیس کی ان ظاہری فتوحات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا۔ ہاں وقتی طور پر نوع انسانی کا ایک جزوی حصہ تقریباً ہر دور میں اسے شکست دینے میں کامیاب رہا ہے، لیکن اس کی عملداری تخلیق آدمؑ سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں چلی آ رہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ تاہم یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آج فیصلہ کن طور پر ابلیس کا غلبہ ہے اور وہ محض دنیاداروں پر نہیں بلکہ اہل مذہب اور اہل اللہ ہونے کے دعویداروں پر بھی غالب ہے (الا ماشاء اللہ)۔ اسی کا دوسرا نام دجالی دور ہے۔

دورِ ابلیسیت کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ ابلیسیت سے کیا مراد ہے؟ ابلیس کا اصل چیلنج چونکہ یہ تھا کہ میں نوع انسانی کو صراط مستقیم سے برگشتہ کروں گا، لہٰذا اس حوالے سے ابلیسیت کو سمجھنا آسان ہے۔ جو بھی چیز صراط مستقیم یعنی آسمانی ہدایت سے ہٹی ہوئی ہو، وہ ابلیسیت کی مظہر ہے، خواہ اس کا تعلق فکر سے ہو یا عمل سے، نظریئے سے ہو یا عقیدے سے، انفرادی معاملات سے ہو یا اجتماعی معاملات سے۔ ہدایت ربانی سے گریز کی ہر صورت ابلیسیت ہی کی مظہر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معین کردہ صراط مستقیم سے متصادم کوئی بھی چیز خواہ وہ عقل و دانش کے مرعوب کن عنوان کے تحت ہو یا فلسفے اور نظریات کی صورت میں، وطن پرستی کے خوشنما عنوان سے ہو یا جمہوری آزادی کے دلفریب نعرے کی بنیاد پر، سیکولرازم کے خوش کن عنوان کے تحت ہو یا اباحیت پرستی کے پرکشش لبادے میں، یہ سب ابلیسیت ہی کی شکلیں ہیں۔

کلام اقبال کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے ابلیس اور ابلیسیت کے موضوع کو غیر معمولی اہمیت دی ہے، اور اس کا سبب بھی باآسانی سمجھ میں آتا ہے۔ اقبال دور حاضر کے ترجمان القرآن ہیں۔ قرآن مجید میں ابلیس اور اس کے طرز فکر و عمل کو بہت نمایاں کیا گیا ہے۔ قصۂ آدم و ابلیس کو سات مرتبہ دہرایا گیا ہے۔ اسی کا عکس اقبال کے کلام میں نظر آتا ہے۔ سورۂ فاطر کی آیت 6 میں واضح الفاظ میں یہ بتا دیا ہے کہ ’’اے انسانو! یہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔‘‘ یہاں جھنجوڑا جا رہا ہے کہ یہ جو قرآن میں ابلیس کا ذکر بتکرار ہو رہا ہے اور بار بار اس کی دشمنی کا حوالہ آیا ہے، تو جان لو کہ یہ کوئی خیالی وہمی یا تخیلاتی و تصوراتی قسم کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا گیا: ’’اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔‘‘ اسے اپنے رقیب کا درجہ دو اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ اسی طرح فرمایا گیا ’’دیکھو، کہیں یہ سب سے بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے اور فریب میں مبتلا نہ کر دے۔‘‘ کہیں تمہاری آنکھوں پر فریب کا پردہ ڈال کر تمہیں حقائق سے غافل نہ کرنے پائے۔ اس اعتبار سے اقبال نے ابلیس اور ابلیسیت کی زہرناکی کو سمجھا اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس کی فریب کاری کا پردہ چاک کیا۔ اقبال اپنے بارے میں خود یہ فرماتے ہیں کہ مظاہر کے پردے کو چیر کر وجود کی حقیقت تک ان کی رسائی ہوتی تھی ؎

گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

اللہ نے انہیں یہ خاص وصف عطا کیا تھا۔ بلاشبہ وہ حقیقت بیں نگاہ کے مالک تھے۔

می شود پردۂ چشم پرِ کاہے گاہے
دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہے گاہے

(یعنی کبھی ایسے لحات بھی آتے ہیں کہ میری آنکھ کا پردہ اتنا باریک ہو جاتا ہے اور نظر میں اتنی تیزی آ جاتی ہے کہ میں دونوں جہان ایک نگاہ میں دیکھ لیتا ہوں۔) چنانچہ انہوں نے جیسے اشتراکیت کا پردہ چاک کیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ فرماتے ہیں ؎

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!
طریق کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

اسی طرح انہوں نے ابلیس کے ہتھکنڈوں کو بھی بڑی خوبصورتی سے نمایاں کیا ہے۔ چنانچہ ابلیس کے ایک مشیر کی زبان سے کہلوایا ہے کہ آج صوفی وملا بھی درحقیقت ابلیسی نظام ہی کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ابلیس کس طریقے سے ہماری صفوں کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے۔ ابلیس کا ایک مشیر کہتا ہے ؎

یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

ابلیسیت کے مظاہر میں سب سے بڑا مظہر انسان کو اللہ کے مقابلے میں ایک باغی کی حیثیت سے لا کھڑا کرنا ہے۔ ملوکیت سے مراد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ سیاسی حوالے سے کُل اختیار اور بالادستی میرے پاس ہے، جبکہ اقبال اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کے مطابق یہ کہہ رہے ہیں کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

یوں ملوکیت اپنی اصل کے اعتبار سے بہت بڑا شرک ہے۔ یہی حال جمہوریت کا ہے۔ اس لئے کہ اس میں بھی سروری اللہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جمہور کے لئے ہے۔ صوفی وملا کو یہ معلوم ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اقوام عالم کس بڑے شرک میں مبتلا ہیں۔ شرک آج غیر محسوس طریقے پر مادہ پرستی اور وطن پرستی کی

صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔ جبکہ اقبال کی نگاہ تیز نے اس بات کو دیکھا اور پہچانا۔

اس دور ابلیسیت کے مظاہر میں سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ ابلیس نے پورے کرۂ ارض پر فرعونیت کو ایک نظام کی صورت میں غالب کر دیا ہے۔ پہلے ابلیس عام طور پر افراد کو شکار کیا کرتا تھا، لیکن اب چونکہ اجتماعیت کا دور ہے لہٰذا اجتماعی اعتبار سے ابلیس نے یہ غلبہ 'نیو ورلڈ آرڈر' کی صورت میں حاصل کر لیا ہے جس کا نعرہ آج امریکہ نے لگایا ہے جو 'سول سپریم پاور آن ارتھ'' ہے۔ اصل کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ نیو ورلڈ آرڈر، جیو ورلڈ آرڈر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ سب سے بڑا ابلیسی نعرہ ہے۔ اللہ کے خلاف یہ سب سے بڑی بغاوت ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر دراصل فرعونیت اور قارونیت کا مجموعہ ہے۔ یہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ ایسے نظام میں ایک عام انسان کا اللہ کی توحید اور اللہ کی بندگی پر قائم رہ جانا انتہائی مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ اسی کا نام دجالیت ہے۔ احادیث کی رو سے دجالی فتنے کے دور میں کسی شخص کا ایمان پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا اپنی ہتھیلی پر انگارے رکھ کر اسے برداشت کرنا۔

دوسرا کام جو ابلیس نے اس دور میں کیا ہے اور جس سے اس کی بالادستی قائم ہوئی ہے، وہ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنا ہے۔ اس کے لئے ابلیس نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک سود، دوسرا مادر پدر آزادی۔ سود کی حقیقت کو بھی اقبال نے خوب سمجھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندہ بے دندان و چنگ!

(یعنی سود خوری کے نتیجے میں انسان کا باطن تاریک اور اس کا دل اینٹ اور پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور سود خور شخص ایک ایسے درندے کی مانند ہے جس کے دانت اور پنجے نہ ہوں۔)

سود کے ذریعے سے معیشت میں تقسیم دولت کا نظام ایسی غلط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے کہ اِس سے ایک طرف دولت کا ارتکاز جبکہ دوسری طرف محرومی جنم لیتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر آج ہمارا اپنا معاشرہ ہے کہ جس کا ایک بڑا حصہ نہایت تیزی کے ساتھ غربت کی لکیر سے نیچے جا رہا ہے۔ پاکستان میں رفتہ رفتہ مڈل کلاس ختم ہو رہی ہے۔ ایک طرف محرومی بڑھ رہی ہے، دوسری طرف ارتکاز دولت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فقر کی ایک انتہا انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے جبکہ ارتکاز دولت کی صورت میں انسان پر حیوانیت غالب آ جاتی ہے اور وہ اشرف المخلوقات کی صفات سے عاری ہو کر درندے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ابلیس نے انسان کو اس کے مقام سے گرانے کے لئے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ آزادی کے نام پر فحاشی اور عریانی کا فروغ ہے۔ وہ اپنے اصل کام یعنی انسان کے جسم سے لباس اتروانے اور اسے شرم وحیا کے پاکیزہ جذبات سے محروم کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج انسان اخلاقیات اور معاشرتی اقدار میں بالکل حیوان کی سطح پر آ چکا ہے۔ چنانچہ اس طرح ابلیس نے آدمی کو اعلیٰ اور ارفع مقام سے گرا کر اپنی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔

ایک اور حقیقت جسے اقبال نے دیکھا تھا، وہ یہ کہ اس وقت ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ اور آلۂ کار یہود ہیں۔ جنہوں نے نہایت شاطرانہ انداز میں سودی بنکاری نظام کے ذریعے پورے یورپ کو اپنے معاشی چنگل میں جکڑ لیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ایں بنوک ، ایں فکر چالاک یہود
نور حق از سینۂ آدم ربود

پریس ریلیز

02 اکتوبر 2012ء

پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا اور اس کے استحکام وبقا کا انحصار صرف اور صرف اسلام پر ہے

جنہیں سیکولر نظام پسند ہے انہیں چاہیئے کہ وہ کسی سیکولر ملک میں چلے جائیں، مملکت خداداد پاکستان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں

ایوب بیگ مرزا

ترجمان تنظیم اسلامی ایوب بیگ مرزا نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ جنہیں سیکولر نظام پسند ہے وہ کسی سیکولر ملک میں چلے جائیں، مملکت خداداد پاکستان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ سابق وفاقی وزیر اقبال حیدر کے اس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ملک کا نام تبدیل اور سیکولر نظام رائج کیا جائے۔ ترجمان نے کہا کہ ملک کا نام ایک آمر تو تبدیل کر نہیں سکا، کوئی اور کیسے کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ مذہبی تنظیموں کے سبب ملک میں انتہا پسندی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مذہبی تنظیمیں اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کے لئے پرامن جدوجہد کر رہی ہیں کیونکہ یہی پاکستان کے قیام کا مقصد تھا اور اسی جدوجہد کے نتیجے میں قرارداد مقاصد کی منظوری عمل میں آئی، ورنہ ہمارے سیکولر خیالات کے حامل حکمراں وطن عزیز کو سیکولر اسٹیٹ قرار دے دیتے۔ نظام خلافت کے عدم نفاذ اور اغیار کے نظام کو گلے لگانے کے نتیجے میں عوام کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی سطح پر مسلسل استحصال کا سامنا ہے۔ اس کے نتیجے میں عوام میں احساس محرومی پیدا ہوا اور ہم اپنا مشرقی بازو کھو بیٹھے۔ آج بلوچستان میں بھی ہمیں اسی صورتحال کا سامنا ہے۔ اگر ملک میں نظام خلافت نافذ کر دیا جائے تو نہ تو انتہا پسندی کو فروغ حاصل ہوگا اور نہ عوام میں احساس محرومی کے نتیجے میں ملکی سالمیت ہی کو خطرہ لاحق رہے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نظام ہی دنیا میں عدل کا ضامن ہے۔ انسان کے تخلیق کردہ تمام نظام اپنی منطقی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا اور اس کے استحکام اور اس کی بقا کا انحصار صرف اور صرف اسلام پر ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

اقبال نے پچھلی صدی کے اوائل ہی میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ ع ''فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے۔'' اور اب وہ چیز بالکل عیاں ہو کر سامنے آگئی ہے۔ اس وقت تو وہ مشاہدے پر مبنی ایک خیال تھا، لیکن وہ خیال اب واقعتاً کھل کر ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔

> ابلیس نے انسان کو اس کے مقام سے گرانے کے لیے دنیا میں آزادی کے نام پر فحاشی وعریانی کو فروغ دیا۔ اس طرح وہ انسان کے جسم سے لباس اتروانے اور اسے شرم وحیا کے پاکیزہ جذبات سے محروم کرنے میں کامیاب رہا۔ چنانچہ آج انسان اخلاقیات اور معاشرتی اقدار میں بالکل حیوان کی سطح پر آچکا ہے

یہود اور ابلیس میں جو چیز قدرِ مشترک ہے، اس کو اگر پہچان لیا جائے تو دورِ ابلیسیت کی اصلیت سمجھ میں آجائے گی۔ ابلیس کا اصل مسئلہ کیا تھا؟ جب ملائکہ کے ساتھ اسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو ملائکہ تو حکم الٰہی بجالاتے ہوئے سجدہ میں گر گئے، مگر ابلیس نے حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔ اس نے کہا ''تونے مجھے آگ سے پیدا کیا جبکہ اسے مٹی سے پیدا کیا''۔ لہٰذا میں برتر ہوں اور اس کو سجدہ نہیں کرسکتا۔ اس تکبر کی بنا پر وہ اپنے مقام سے گرا اور مردود وملعون قرار پایا۔ اس کے سینے میں آدمؑ کے خلاف حسد کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ تبھی اس نے کہا کہ میں انسانوں کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ جہنم میں خود تو جاؤں گا ہی، اس کو انسانوں سے بھروں گا۔ یہ اس کا چیلنج تھا کہ انہیں بھی ساتھ لے کر جاؤں گا کہ جن کی وجہ سے میں اس مقام سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ ''جبرئیل وابلیس'' کے عنوان کے تحت ایک مکالمے کے انداز میں اقبال نے بڑی خوبصورتی سے اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ ابلیس کے نزدیک جنت سے اسے نکالے جانے کا ذمہ دار آدم ہے، لہٰذا اس کے خلاف ایک حسد اور جوشِ انتقام ابلیس کے دل میں موجود ہے۔ بعینہٖ یہی مسئلہ یہود کا بھی ہے۔ آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد وہ بھی اسی قسم کی آزمائش سے دوچار ہوئے جس سے شیطان یا عزازیل حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم پر ہوا تھا۔ یہود نے آنحضرت ﷺ کو اچھی طرح پہچاننے اور یہ جاننے کے باوجود کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کے بارے میں پیشگوئیاں ان کی الہامی کتابوں میں موجود ہیں، آنحضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا مسئلہ بھی عصبیت، تکبر اور نسلی برتری کا تھا۔ بنی اسرائیل کا کہنا تھا کہ جب گزشتہ دو ہزار سال کے دوران تمام انبیاء ورسل ہمارے قبیلے اور ہماری نسل سے مبعوث ہوئے، تمام آسمانی کتابوں کا نزول ہمارے ہاں ہوا تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آخری نبی کو مان کر بنو اسماعیل کی برتری تسلیم کرلیں۔ چنانچہ ان کا تکبر رسالت محمدیؐ پر ایمان لانے میں سدِ راہ بنا۔ پھر جب بنو اسماعیل اس عظیم منصب پر فائز کر دیئے گئے جو اس سے قبل یہود کو حاصل تھا تو حسد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک اٹھی۔ مسلمانوں کے خلاف یہ آگ آج بھی دہک رہی ہے۔ چنانچہ جو آخری معرکہ ہے وہ اقبال کے نزدیک بھی اصل میں اسلام اور ابلیسیت کے مابین ہوگا۔ اس وقت پورے روئے ارضی پر ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آج امریکہ پوری طرح یہود کی گرفت اور ان کے شکنجے میں ہے۔ اسی طرح پوری یہود نے دنیا میں سودی نظام کو بھی رائج کیا۔ مغرب میں فحاشی اور عریانی کے فروغ میں بھی یہود کا ہاتھ ہے۔ شیطان کے اصل ایجنٹ اس وقت یہی ہیں اور قیامت سے قبل چراغِ مصطفوی اور شرار بولہبی کا جو آخری معرکہ ہونا ہے اس میں مسلمانوں کے مقابلے میں یہود اور ان کے وہ حلیف شریک ہوں گے جن کی رگِ جان ان کے پنجے میں ہے۔ وہ تمام قوتیں ایک طرف ہوں گی جبکہ دوسری طرف صرف مسلمان ہوں گے۔ اس آخری معرکہ کا وقت بہت قریب ہے۔ اقبال نے اسے معرکہ روح وبدن قرار دیا ہے۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

اس آخری معرکے کے حوالے سے اقبال نے اُمت کو بہت امید افزا پیغام دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ترجمان القرآن ہی نہیں ترجمان حدیث بھی تھے۔ صحیح احادیث میں یہ واضح پیشین گوئی ہے کہ قیامت سے قبل آخری فتح اسلام کی ہوگی اور یہ دین پورے کرۂ ارض پر قائم وغالب ہوگا جیسے آنحضور ﷺ کے دور میں جزیرہ نمائے عرب پر قائم تھا۔ چنانچہ ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' واقعتاً اس اعتبار سے پڑھنے کے لائق ہے کہ اس کے ذریعے موجودہ دور کے اصل مسائل اور فتنہ انگیزیاں بھی نمایاں ہوتی ہیں اور اسلام کا اصل پیغام بھی سامنے آتا ہے۔ آج کے صوفی وملا کی غالب اکثریت اسلام کی روح اور اصل حقیقت سے بہت دور ہے۔ جبکہ ابلیس کو اصل خطرہ ہی اسلام اور اُس کے نظام حیات سے ہے اقبال نے ابلیس ہی کی زبان سے یہ کہلوایا ہے۔ ۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے، جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے

یعنی ابلیس کے نزدیک اصل فتنہ وہ اشتراکیت نہیں جس کا اُس دور میں بڑا چرچا تھا بلکہ اسے حقیقی اندیشہ اسلام سے ہے۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں!

شرع پیغمبر کی جو تفصیل اقبال نے ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں بیان کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین کا صحیح اور وسیع تر فکر علامہ اقبال پر کس درجے منکشف تھا۔ چنانچہ اس پہلو سے ان کا آخری پیغام یہ ہے کہ فیصلہ کن غلبہ بالآخر ابلیس کو نہیں بلکہ حق کی قوتوں ہی کو ہوگا۔ ۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!!

حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کی ضمانت

اور ہماری ذمہ داری

حافظ محمد مشتاق ربانی

ہر شخص کی حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کا معاملہ خصوصی ہے۔ آپ ﷺ سے فرمایا گیا: ﴿فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ (الطور:48) ''یقیناً آپؐ ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔''

یہ کلمات نہایت دل نواز ہیں۔ اِن الفاظ میں جو محبت کی چاشنی ہے اُسے تحریر و تقریر میں لانا ممکن نہیں۔ پھر یہ کہ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت اپنے ذمہ لے رہے ہیں کہ مشرکین کے ناپاک ارادے آپ ﷺ کے بارے میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ وہ سازشیں اور منصوبے بناتے رہیں گے، لیکن ان کی سازشیں ناکام ہوں گی۔ ان کلمات کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کو مشرکین کی جانب سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ ابتلا و آزمائش تو انبیاء اور رُسل پر عام انسانوں سے کہیں زیادہ آتی ہیں۔ آپؐ امام الانبیاء والرسُل تھے۔ آپؐ پر ابتلائیں اور آزمائشیں بھی سب سے بڑھ کر آئیں۔ آپ ﷺ کو زندگی کے مختلف مراحل میں کئی تکالیف پہنچیں۔ سفر طائف کے موقع پر دیکھیں کہ کس قدر آپ ﷺ لہولہان ہوتے ہیں۔ اسی طرح غزوہ احد میں آپ ﷺ شدید زخمی ہوئے۔

اگر آپ ﷺ اپنی دعوت کے مختلف مراحل میں تکالیف و مصائب میں مبتلا ہوئے ہیں تو پھر ﴿فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خلاف کفار کا ہر منصوبہ ناکام رہے گا۔ آپ ﷺ کفار و مشرکین کے ہاتھوں نہ صرف شہید نہیں ہوں گے، بلکہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے بارے میں اگر انہوں نے کوئی غلط بات پھیلائی تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی تدارک کرے گا۔ آپ ﷺ کے دشمن ناکام رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہر دن نئی عظمت اور شان عطا فرمائے گا۔ امیر الشعراء احمد شوقی کہتے ہیں:

من سب دین محمد فمحمد
متمکن عند الالہ رسولا

(جو کوئی آنجناب ﷺ کے دین کو سب وشتم کرے گا تو سید المرسلین حضرت محمد ﷺ اپنے رب کے ہاں رسول کی حیثیت سے براجمان ہیں۔)

یہ حفاظت کی ذمہ داری صرف آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تک نہیں تھی، بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کی رسالت ابدی ہے، اس لیے یہ حفاظت بھی ابدی ہے۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر تو وصال کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چلا گیا، البتہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد دنیا بھر کے کفار و مشرکین آپ ﷺ کی طرف اگر کوئی غلط بات منسوب کریں گے تو اللہ تعالیٰ (فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا) ''تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا۔'' کے مطابق اس غلط بات سے ان کو بری کرے گا، اور کسی گستاخی کو پھلنے پھولنے نہیں دے گا، بلکہ آپ ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کرنے والوں سے خود ہی نمٹ لے گا۔ وہ ان ہرزہ سرائی کرنے والوں اور گستاخی کے مرتکب افراد سے کیسے نمٹے گا، اس کا اپنا ایک نظام ہے جو کسی صورت میں بھی وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ یہ یوں بھی ہو سکتا ہے نبی کریم ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہنے والے کے سامنے ایک عام گنہگار آدمی کھڑا ہو جائے اور وہ اس کے لیے سزا کا کوڑا بن جائے۔ صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر میں ہے: ((اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)) ''بے شک اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اس دین کی امداد فاجر آدمی سے بھی کرا لیتا ہے۔'' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گستاخی کے مرتکب کو توبہ کی توفیق دے دے، جیسے کعب بن زہیر داخل اسلام ہو گئے۔

بہر حال یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کی حفاظت کے لیے تنہا کافی ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتنے خوبصورت الفاظ استعمال کیے ہیں: ﴿فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ لفظ ''اعین'' کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے: ''العين مجاز عن الحفظ'' آنکھ کا ذکر حفاظت کے لیے مجاز ہے۔ آج کل بھی یہی کہا جاتا ہے کہ کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔ ''باعيننا'' میں باء الصاق مجازی کے لئے ہے جیسے مررت بزید یعنی ہم آپ سے بے خبر نہیں ہیں۔ آپ کی حالت ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم آپ کی مدد کرتے رہیں گے اور آپ کی سیکیورٹی ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا: ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ (طٰہٰ:39) ''تاکہ آپ میری نگاہوں کے سامنے تیار ہوں۔'' اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایسا محافظ بنا کہ جو ان کا جان کا دشمن تھا، وہی ان کا گرویدہ بن گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا﴾ (المومنون:27) ''اس کو ہم نے وحی کی کہ کشتی کو ہماری نگرانی اور ہماری ہدایت کے مطابق بناؤ۔'' معلوم ہوا کہ العین اعین حفاظت کے لیے مجاز ہے، اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت میں ہیں۔ اللہ کی حفاظت ایک ایسا حصنِ حصین ہے جس سے بڑھ کر محفوظ ہونے کا کوئی تصور نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے، تو کیا اب آنجناب ﷺ کے حوالے سے مسلمانوں کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ انھیں آنجناب ﷺ کی ناموس و عظمت کے تحفظ کے لیے کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، تاہم رسالت محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ ہم ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ:40) ''اگر تم پیغمبر ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔'' وہ دن یاد کرو جب کافروں نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحفاظت انھیں مدینہ منورہ پہنچا دیا اور کافروں کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور بالآخر اللہ کا

کلمہ سر بلند ہوا۔ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ﴾ (الانفال:30)

''اور (اے محمد ﷺ) جب کافر لوگ آپ کے بارے میں چال چل رہے کہ آپ کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (اِدھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

ہجرت اور کئی دیگر مواقع آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسے آئے، جن میں آنحضور ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی واضح نصرت دیکھی جاسکتی ہے۔پس اللہ آنحضور ﷺ کی مدد کے لیے مسلمانوں کا محتاج نہیں۔وہ تمام ذرائع سے بالاتر ہو کر آپ ﷺ کی بھی مدد کرنے پر قادر ہے۔ارشاد ہے:﴿اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ (95)﴾ (الحجر) ''ہم آپ کو ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لیے جو آپ سے استہزاء کرتے ہیں، کافی ہیں۔'' آپ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لیے جدوجہد تو خود مسلمانوں کے لیے اعزاز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے نبی مکرم ﷺ کی نصرت کا کام لے۔اس کام میں تو مسلمان کی زندگی کی بقا ہے۔اس میں اس کا وقار ہے۔اس نصرت میں ہی مسلمانوں کے لیے جاہ وحشمت ہے۔اگر ہم تحفظ ناموس رسالت کے لیے کام نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کسی اور سے یہ کام لے لے گا۔ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ④﴾ (التحریم)

''اور اگر پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گے تو اللہ اور جبرائیل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی ہیں اور ان کے علاوہ اور فرشتے بھی مددگار ہیں۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی ذریعے سے بھی اپنے نبی محترم کی نصرت کرنے پر قادر ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے نبی مکرم ﷺ کی ناموس کی خاطر بھرپور طور پر اپنا کردار ادا کریں، حتیٰ کہ ناموسِ رسالت کی خاطر اپنی جان تک کی پروا نہ کریں۔عالمی سطح پر ایسی قانون سازی کروائیں کہ جو اس عظیم ہستی کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کرے، اسے جینے کا حق ہرگز نہ ہو۔کیونکہ اگر امتِ مسلمہ گستاخ رسول کا منہ بند نہیں کرا سکتی تو اس کے زندہ رہنے کا کیا جواز ہے؟ یہاں عربی کی اس مثل پر عمل نہ ہوگا (الکلاب تنبح والقافل تسیر) کتے بھونکتے رہیں اور قافلہ چلتا رہے۔آپ کا وہ مقام ومرتبہ ہے کہ جو کلاب آپ کے بارے میں بھونکیں گے انہیں ختم کرنا ہوگا، کیونکہ آپ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا کا ذکر کرتا ہے تو ﴿مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾ (النساء:77) ''دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے۔'' بیان کرتا ہے اور جب اخلاق نبویؐ کا تذکرہ کرتا ہے تو فرماتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (4)﴾ (القلم) ''اور بے شک آپؐ بلند ترین اخلاق پر فائز ہیں۔'' یعنی خلق کو صفتِ (عظیم) کے ساتھ بیان کرتا ہے۔آپؐ کی عظمت اخلاق و کردار ہی کے حوالے سے نہیں بلکہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے آپؐ انسانیت کے لئے مینارۂ نور ہیں۔آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔آپؐ کی رفعت شان کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بعثت کو اہل ایمان پر اپنا احسان قرار دیا ہے۔(صلوا علیه وسلموا تسلیما)

قول فیصل

تجھ پہ برسے رات دن پھٹکار گستاخِ رسول

میاں تنویر قادری

بد نظر، بد فکر و بد کردار گستاخِ رسول
ترجمانِ فطرتِ کفار گستاخِ رسول

قول حق ہے لعنة اللّٰه علیهم اجمعین
تجھ پہ برسے رات دن پھٹکار گستاخ رسول

عاشقانِ مصطفےٰ کی تجھ پہ لعنت بے شمار
اہلِ ایماں تجھ سے ہیں بیزار گستاخِ رسول

اُڑ کے پہنچیں گے تری گردن اُڑانے کے لیے
شاہباز حیدرِ کرار گستاخِ رسول

کانپ اُٹھیں گے نظام دہر کے دیوار و در
غیرتِ مُسلم کو مت للکار گستاخِ رسول

تُو بڑا ظالم، بڑا جاہل، بڑا مردُود ہے
تو بزعم خویش ہے ہشیار گستاخِ رسول

ممی ڈیڈی کا پتا جا کر کہیں سے پوچھ لے
کون تھے وہ دونوں ہی بدکار گستاخِ رسول

اے کمینے تو کمیں گاہوں سے باہر آ کے دیکھ
منتظر ہیں جوتیوں کے ہار گستاخِ رسول

دشمنانِ مصطفیٰ کو عاشقانِ مصطفیٰ
کرتے آئے ہیں فنا فی النار گستاخِ رسول

اب جہاں جی چاہے چھُپ جا، ڈھونڈ لیں گے ہم تجھے
حشر دیکھے گا ترا سنسار گستاخِ رسول

جاں بچانے کے لیے تُو جس مکاں میں جائے گا
تجھ پہ تھوکیں گے دَر و دیوار گستاخِ رسول

وہ شیاطیں بھی ہیں چشم تیغ خوں آشام میں
جن کا ہے تُو حاشیہ بردار گستاخِ رسول

خوش ہوئے ہوں گے زمانے بھر میں پھیلا کر فساد
تیرے جیسے مفسد و مکار گستاخِ رسول

شاتمِ سرکار کو جینے کا کوئی حق نہیں
ہے زمیں پر بوجھ دل پر بار گستاخِ رسول

دُوسرا سانس اُس کو لینے کی نہ مہلت دیجیے
ہاتھ لگ جائے اگر اِک بار گستاخِ رسول

تُو جہاں میں ایک عبرت کا نشاں بن جائے گا
ایسے ہو گا تُو ذلیل و خوار گستاخِ رسول

سوچتا ہو گا کہ آخر تیرا قاتل کون ہے
تیرا قاتل ہے ترا کردار گستاخِ رسول

دشمن اسلام کے محلے دو محلے کو نہ دیکھ
ہونے والے ہیں یہ سب مسمار گستاخِ رسول

ان کو بھی چُن چُن کے تیرے ساتھ مارا جائے گا
جو بھی ہیں تیرے شریک کار گستاخِ رسول

منہ چھپاتے پھر رہے ہو دَر بدر دنیا میں آج
دیکھ لی! آزادیٔ اظہار گستاخِ رسول

فیصلہ حق ہے تیرے حق میں میاں تنویؔر کا
تُو ہے حقدارِ صلیب و دَار گستاخِ رسول

ذرا سوچئے!

شرجیل عالم

انسان عموماً سوالیہ طرز سے کی گئی کسی بات کا کسی عام اندازِ گفتگو سے زیادہ اثر لیتا ہے۔ جیسے دو جملوں ''پانی بہترین مشروب ہے'' اور'' کیا پانی کے سوا بھی کوئی بہترین مشروب ہوسکتا ہے؟'' میں گو ایک ہی حقیقت بیان ہو رہی ہے، لیکن مؤخر الذکر جملے میں سامع کو دعوتِ فکر بھی دی جا رہی ہے۔ قرآن بھی اس طرزِ کلام کو کفار کو ان کے باطل عقائد پر غور کروانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

اسی طریقہِ گفتگو کو اس ملک کے ایک مشہور ٹی وی چینل نے نظریۂ پاکستان کو چیلنج کرنے کے لئے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے استعمال کیا ہے۔ ''ذرا سوچئے'' کے مسحور کن عنوان کے تحت اس میڈیا چینل کا دین دشمن عناصر کی سازشوں کا حصہ بننا کوئی نئی بات نہیں۔ اس مہم کی تازہ کاوش تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے جو بذاتِ خود ایک خوش آئند اقدام ہے۔ برصغیر میں گزشتہ پانچ صدیوں سے مسلمانوں کی تعلیم سے دوری کو واضح کرنے کے لئے دستاویزی فلم تیار کی گئی ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب مغرب میں یونیورسٹیاں، اور دیگر تعلیمی عمارتیں تعمیر ہو رہی تھیں اس وقت ہندوستان میں مغل بادشاہ مقبرے اور مینار تعمیر کرتے رہے۔ یوں اس خطہ میں تعلیم پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہ دی گئی۔ گو یہ بات محلِ نظر ہے، تاہم ہماری بحث کا اصل نکتہ دراصل وہ جملہ ہے جس پر اس فلم کا اختتام کیا گیا ہے یعنی'' پڑھنے لکھنے کے سوا، پاکستان کا مطلب کیا؟'' اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کے پس پردہ اس مہم کے ذریعہ دو قومی نظریہ اور تحریکِ پاکستان کے نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' پر سوالیہ نشان لگانا ہے۔ (یاد رہے کہ ملالہ یوسفزئی پر ہونے والے حملے کہ بعد بھی یہ جملہ باقاعدہ اس چینل پر چلتا رہا۔)

بلاشبہ کوئی بھی مسلمان تعلیم کی اہمیت اور دین میں اس کے مقام سے انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث سے علم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ کسی بھی قوم کی معاشی ترقی کے لئے یہ بات انتہائی اہم ہے کہ اس قوم کا نوجوان طبقہ تعلیم یافتہ اور ہنرمند ہو۔ یہ بات بھی بلاخوفِ تردد کہی جاسکتی ہے کہ آج مسلمان اپنی عظیم علمی وراثت اہلِ مغرب کو بیچ کر خوابِ غفلت کا شکار ہیں۔ بقولِ اقبال ؎

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

لیکن اگر سوال یہ اٹھایا جائے کہ تعلیم کے سوا پاکستان کی بنیاد اور اس کا مقصد کیا تھا تو غلط بیانی کہ ساتھ ہی یہ ایک تاریخی حقیقت سے بھی نظریں چرانے کے مترادف ہوگا! اس سوال کو اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی ہجرت کی بنیادی وجہ مسلمانوں کے لئے متحدہ ہندوستان میں تعلیم کے دروازوں کا بند ہوجانا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے یہ لازمی تھا کہ لاکھوں جانوں کا نذرانہ، اپنی ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری اور شیرخوار بچوں کا بھوک اور پیاس سے بلکنا برداشت کریں۔ لیکن تاریخ سے باخبر کوئی بھی شخص یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اگر پاکستان کا اصل مقصد تعلیم ہی تھا تو اپنا گھربار چھوڑنا بہت بڑی غلطی بلکہ بیوقوفی تھی۔ کیا ہندوستان میں تعلیمی درسگاہیں نہ تھیں؟ یا وہاں مسلمانوں پر تعلیم حاصل کرنے پر پابندی تھی؟ یا یہ کہ وہاں قلم اور کاغذ کی قلت واقع ہوچکی تھی؟ یقیناً ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں۔ تو آخر وہ کون سا جذبۂ محرکہ تھا کہ جس کی بنیاد پر مسلمان اپنی جانیں دینے کو تیار ہو گئے تھے؟ آخر وہ کون سا نعرہ تھا جس کی گونج نے مختلف رنگ ونسل کے مسلمانوں کو یکجا کر دیا تھا؟ یقیناً وہ صرف ایک ہی نعرہ تھا: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔'' اس کے علاوہ نہ تو پاکستان کا کوئی اور مقصد تھا اور نہ مطلب! یہی وہ نعرہ تھا جس نے تحریکِ پاکستان کے کارکنوں میں ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا کیا اور اسی کی خاطر وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ میدان میں کود گئے۔ اسی نعرہ نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی جماعت بنایا اور محمد علی جناحؒ کو ایک عوامی لیڈر۔ اگر یہ دو قومی نظریہ نہ ہوتا تو شاید کبھی پاکستان معرضِ وجود میں نہ آتا۔

پھر آخر کیا وجہ ہے کہ آج اس نعرہ کو تبدیل یا غیر معتبر کرنے اور نظریۂ پاکستان کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے؟

درحقیقت ان سب سازشوں کا اصل مقصد اس ملک کی نوجوان نسل کو اسلام اور پاکستان کے باہمی تعلق کے حوالے سے کنفیوز کرنا ہے۔ ان کے دل سے اس بات کو نکال دینا ہے کہ قیام پاکستان کا مقصد اسلامی احکام کی بالادستی تھا۔ تاکہ اس ملک کے نوجوان کبھی ایسا نہ سوچیں کہ ان کے آباء واجداد کی قربانیاں اس ملک میں اسلام کے اصولوں پر مبنی معاشرہ کے قیام کے لئے تھیں۔ اور جب ایک دفعہ یہ حقیقت ذہنوں سے اوجھل ہو جائے تو پھر بآسانی اس ملک کو سیکولر خطوط پر چلایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے اس ملک کے سیکولر عناصر آئے روز اسلام اور اسلامی نظامِ زندگی کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ یہ میڈیا انہی مغربی عناصر کے شکنجے میں ہے، لہٰذا کبھی ناموسِ رسالت اور حدود آرڈیننس تو کبھی جعلی ویڈیو کے ذریعے اسلامی احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ غرض کہ ہر طرح سے یہ میڈیا اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے میں مگن ہے۔ تو اگر یہ علم پر آواز اٹھائے تو ہمیں سوچنا پڑے گا کہ کیا واقعی یہ علم سے محبت ہے یا کچھ اور.....

آخر میں غور طلب بات یہ بھی ہے کہ کلمہ کی بنیاد پر بننے والے ملک میں 65 سال گزرنے کے باوجود ہم نے یہاں پر اسلام کو نافذ نہ کیا۔ یہی وہ منافقانہ طرزِ عمل ہے جس کی وجہ سے آج دین بیزار عناصر کو اِس قدر پھلنے پھولنے کا موقع ملا کہ اب وہ کھلے عام پاکستان کے اساسی نظریے پر سوال اٹھانے لگے ہیں۔ اسلام کو نافذ نہ کر کے ہم اللہ کو ناراض کر چکے ہیں۔ اگر ہم اب بھی اپنے وعدے کو وفا کردیں تو دنیا اور آخرت میں ان شاء اللہ ضرور سرخرو ہو جائیں گے، ورنہ جس الحاد اور سیکولرازم کی طرف ہم جا رہے ہیں کوئی بعید نہیں کہ ہم اس ملک ہی کو گنوا دیں۔ کیونکہ جب بنیاد کمزور پڑ جائے تو آج یا کل عمارت کا زمیں بوس ہونا فطری بات ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانانِ پاکستان اپنی زندگی پر اسلام نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ اس ملک پر اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کا عزم کرلیں۔ ورنہ...'' اسلام کے نظامِ عدل کے سوا، پاکستان کا مطلب کیا؟'' اللہ ہمیں اس وعدے کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محرم الحرام: اسلامی سال کا پہلا مہینہ

فضائل و اعمال اور اہم واقعات

حافظ محمد زاہد
pmzahids@yahoo.com

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ آیت 36 اور 37 میں اسلامی کیلنڈر اور بارہ مہینوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے' اللہ کے قانون میں' جس دن سے اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو' ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔ یہی ہے سیدھا دین' تو ان کے معاملے میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو...... یہ مہینوں کو ہٹا کر آگے پیچھے کر لینا تو کفر میں ایک اضافہ ہے' جس کے ذریعے سے گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔ ایک سال حلال کر لیتے ہیں اس (مہینے) کو اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں' تا کہ تعداد پوری کر لیں اس کی جو اللہ نے حرام ٹھہرائے ہیں اور (اس طرح) حلال کر لیتے وہ (مہینہ) جو اللہ نے حرام کیا ہے۔''

اللہ کے قائم کردہ تکوینی نظام کے تحت مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی گئی ہے۔ پھر ان میں سے چار مہینوں (رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم) کو ''اشہر حرم'' قرار دے کر ان میں جنگ وغیرہ کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

قانونِ الٰہی کے مطابق یہ چار مہینے روزِ اول ہی سے محترم ہیں۔ مشرکین عرب بھی بارہ مہینوں میں سے چار مہینوں کو محترم مانتے تھے مگر ان میں ایک خرابی تھی جس کا ذکر ماقبل بیان کردہ آیت میں بھی ہوا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے اور سال کے آخر تک ان کی تعداد پوری کر دیتے تھے۔ مثلاً کبھی محرم کو موخر کر کے کہہ دیتے کہ اس سال پہلے صفر ہوگا اور پھر محرم' اسی طرح کبھی ذوالحجہ یا ذوالقعدہ کو ختم کر کے کوئی اور مہینہ بنا دیتے تھے' اس طرح انہوں نے پورا کیلنڈر گڈ مڈ کر رکھا تھا۔ لیکن مہینوں کے اَدل بدل اور اُلٹ پھیر سے قدرتِ الٰہی سے 10 ہجری میں کیلنڈر واپس اپنی اصلی حالت پر پہنچ گیا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''زمانے کی یہ تقویم (کیلنڈر) پورا چکر لگا کر ساری غلطیوں اور ترامیم میں سے گزرتے ہوئے اب ٹھیک اسی جگہ پر پہنچ گئی ہے جس پر اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا''۔ اس فطرتی ترتیب سے محرم الحرام اسلامی کیلنڈر کا پہلا' جبکہ ذوالحجہ آخری مہینہ ہے۔

عیسوی شمسی سال (جس کی ابتدا عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی ولادت یا رفع سماوی سے ہوتی ہے) کے برعکس اسلامی قمری سال کا آغاز ہجرتِ مدینہ سے ہوا۔ اس میں زبردست حکمت و مصلحت ہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق ؓ کے سامنے اسلامی تقویم کا معاملہ آیا اور اسلامی سال شروع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپؓ نے ہجرت کو معیار بنایا اس لئے کہ ہجرتِ مدینہ سے ہی اسلام کی وسیع پیمانہ پر نشر و اشاعت کا آغاز ہوا اور مسجد نبوی کو مسلمانوں کے اولین مرکز ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ تاریخ کی بعض کتابوں مثلاً تاریخ ابن عساکر میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسلامی تقویم کا آغاز نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہو چکا تھا، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب آپؐ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور لیڈروں کو خطوط اور مراسلات لکھنے شروع کیے تو اس میں تاریخ کا بھی اندراج کیا جاتا تھا۔

یوم عاشور کی فضیلت

محرم حرمت والا مہینہ ہے۔ اس مہینے کا افضل ترین دن یوم عاشورا یعنی دس محرم الحرام ہے جس کی فضیلت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس دن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود سے نکالا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا ملا۔ سیدنا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لشکر کو غرق کر کے عبرت کا نشان بنا دیا۔ (بحوالہ ''مکاشفۃ القلوب'')

رسول اللہ ﷺ اس ماہ میں خصوصی عبادات کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ان عبادات میں خاص یومِ عاشورا کا روزہ ہے۔ اقوالِ رسول ﷺ میں اس روزے کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد بہترین روزہ محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز تہجد کی نماز ہے۔'' (صحیح مسلم)۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ محرم کی دسویں تاریخ کو خود بھی روزہ رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے توقع ہے کہ اس روزہ کے بدلے اللہ تعالیٰ گزشتہ سال کے گناہ معاف فرما دیں گے۔''

روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے یومِ عاشورا کا روزہ رسول اللہ ﷺ اور اس امت پر فرض تھا۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد یوم عاشورا کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور آپؐ نے مدینہ کے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے دیکھا تو آپؐ نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے دو دن کا روزہ رکھنے کا فیصلہ فرمایا' یعنی نو اور دس کا یا دس اور گیارہ محرم کا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس دن کے حوالے سے یہ بھی تعلیم فرمائی ہے کہ اس دن اپنے اہل و عیال پر کھانے پینے کی وسعت کی جائے۔ اس کی وجہ سے سارا سال مال میں برکت رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یوم عاشورا کو اپنے اہل و عیال پر کھانے پینے میں فراخی کرے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں سارا سال وسعت کرے گا۔''

محرم الحرام کے واقعات

محرم الحرام قمری سال کا پہلا مہینہ ہے جس کی تاریخی اہمیت مسلم ہے۔ احادیث و روایات سے اس کے فضائل و برکات ثابت ہیں۔ اس ماہ کی ایک فضیلت یہ ہے

کہ مسلم شریف کی ایک روایت میں اس ماہ کو ''شہر اللہ'' یعنی اللہ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ایک طرف محرم الحرام فضائل وبرکات کا مہینہ ہے تو دوسری طرف اس مہینہ میں کئی اہم واقعات بھی پیش آئے۔ایک واقعہ قبل از اسلام اصحاب فیل کا ہے۔

واقعہ اصحاب الفیل

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے پچاس دن پہلے محرم کے مہینہ میں یہ واقعہ پیش آیا جو ''اصحاب الفیل'' کے نام سے مشہور ہے اور جسے قرآن نے سورۃ الفیل میں بیان کیا ہے۔اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یمن کے بادشاہ ابرہہ نے صنعا شہر میں کعبہ کے مقابلے میں ایک خوبصورت عمارت بنائی جسے ''قلیس'' کا نام دیا گیا۔اس نے چاہا کہ عرب کے لوگ کعبہ کے بجائے یہاں آ کر حج کریں، لیکن کوئی نہ آیا اور ایک شخص نے تو اس میں گندگی کر دی۔ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے (نعوذ باللہ) کعبہ کو گرانے کا فیصلہ کیا اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر نکل پڑا۔مکہ کے قریب اس نے پڑاؤ ڈالا اور اپنا لشکر بھیج کر وہاں لوٹ مار کی اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے دادا اور قریش کے سردار عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی لوٹ لیے۔اگلے دن بادشاہ نے اپنا نمائندہ بھیجا کہ عرب کے سردار کو میرا پیغام پہنچاؤ کہ میں یہاں جنگ کرنے نہیں آیا بس کعبہ کو گرانے آیا ہوں۔اور کہا کہ اگر وہ جنگ نہ کرنے کی بات کرے تو اسے میرے پاس لے آنا۔نمائندہ نے جب عبدالمطلب سے بات کی تو انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! ہم اس سے لڑنا نہیں چاہتے اور نہ ہمیں اتنی طاقت حاصل ہے۔یہ اللہ کا قابل احترام گھر ہے جسے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو بچانا چاہا تو بچا لے گا''۔عبدالمطلب جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو گفت وشنید کے دوران انہوں نے کعبہ کی حفاظت کے حوالے سے ایک تاریخی جملہ کہا: ''اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا''۔ وہاں سے واپس آ کر عبدالمطلب کعبہ کے پاس گئے اور کعبہ کے دروازے کے کنڈے کو پکڑ کر یہ دعا مانگی: ''اے اللہ! ہر آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔کل ان کی صلیب اور سازش تیری تدبیر پر غالب نہ آئے۔''

اگلے دن صبح ابرہہ ہاتھیوں کے ساتھ نکلا لیکن اس کا اپنا ہاتھی کسی صورت بھی مکہ کی طرف جانے کو تیار نہ تھا۔بالآخر اللہ نے سمندر کی طرف سے پرندے بھیجے جن کی چونچوں میں مسور کے دال کے برابر پتھر تھے۔وہ پتھر جسے بھی لگتے وہ گل سڑ کر مر جاتا۔ابرہہ کو بھی پتھر لگے لیکن اس کے درباری اُسے اٹھا کر یمن کی طرف لے گئے۔ راستے میں وہ بھی مر کھپ گیا۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل نازل کر کے اس واقعہ کو قیامت تک کے لیے زندہ رکھا۔ ہجری سال سے پہلے تمام واقعات کا حساب اسی واقعہ یعنی عام الفیل سے لگایا جاتا تھا۔اسی لیے سیرت کی کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے متعلق یہ موجود ہے کہ آپ عام الفیل کو پیدا ہوئے۔

محرم الحرام کے ساتھ اسلامی تاریخ کے بھی کئی حوادث وواقعات وابستہ ہیں، جن کی کربناکی سے اُمت مسلمہ کا ہر فرد بے چین ومضطرب ہو جاتا ہے۔جن میں سے دو واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

شہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ماہ محرم کی پہلی تاریخ سن 24 ہجری کو خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا۔26 ذوالحجہ 23 ہجری کو دوران نماز آپ کو ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ فیروز نے تیز دھار والے خنجر کے پے در پے کئی وار کر کے زخمی کر دیا۔جب لوگوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے کئی اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ اب بچ نہیں سکتا تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تین دنوں بعد شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔اس لیے کہ عہد نبویؐ کے بعد اسلام کو رفعت وعظمت کی بلندیوں تک پہنچانے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے سید المرسلین ﷺ نے اللہ سے دعا بھی فرمائی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً عمر ہی ہوتے''۔ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمر جس راستے پر چلتا ہے شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقبولیت کا یہ حال ہے کہ تقریباً 20 مقامات ایسے ہیں جن میں قرآن مجید نے حضرت عمر کے اجتہاد سے اتفاق کیا یعنی ان مسائل ومواقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عین خواہش اور خیال کے مطابق شریعت اسلامیہ کا حکم نازل ہوا۔ان کو ''موافقاتِ عمرؓ'' کہا جاتا ہے۔یہ مقامات یقیناً حضرت عمر فاروق کی ذہانت وفطانت اور اسلام کے ساتھ ان کے لگاؤ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اصطلاح ''اولیاتِ عمرؓ'' بھی بہت مشہور ومعروف ہے۔سیدنا عمرؓ نے زندگی کے ہر شعبہ میں کچھ نئی نئی باتیں پیدا کیں۔ان کو مورخین نے اولیات عمر کا نام دیا ہے۔ان کی تعداد 45 کے قریب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت کے مالک تھے کہ غیروں نے بھی ان کی عظمت کو تسلیم کیا۔حضرت عمر کی عظمت کا سکہ مہاتما گاندھی کے دل میں ایسا بیٹھا کہ آزادی کے بعد گاندھی نے کانگریسی لیڈران سے کہا: ''تم اسی صورت میں کامیاب حکمران بن سکتے ہو جب عمر کو اپنا آئیڈیل بناؤ گے۔''

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا

اس مہینہ میں جو سب سے بڑا اور سب سے دردناک واقعہ پیش آیا وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار اور حضرت محمد ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت ہے۔اس ماہ کے آتے ہی اس واقعہ کی یاد تازہ ہو کر ہر مسلمان کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور یہ مہینہ اس واقعہ سے ہی شہرت پا گیا ہے۔اس واقعہ کی تفصیلات زبان زدِ عام ہیں اور یوم عاشورا کو منانے کے انداز بھی مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس دن کے حوالے سے چند باتیں بہت اہم ہیں: (1) اس دن روزہ رکھا جائے اس لیے کہ اس کی بہت فضیلت ہے۔(2) اس دن اپنے گھر والوں پر عام دنوں سے ہٹ کر کھانے پینے میں وسعت کی جائے، اس لیے کہ ایسا کرنا حدیث سے ثابت ہے جو ماقبل بیان کی گئی ہے۔(3) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو عملاً اپنایا جائے اور ہر وقت حق کے لیے جان دینے کا جذبہ دل میں موجزن رہے۔(4) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وقتِ شہادت نماز پڑھ کر نماز کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ پنج وقتہ نماز باجماعت کی پابندی کریں۔یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم نماز جیسے بنیادی فرض ہی سے غافل ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں دس فیصد سے بھی کم لوگ پنج وقتہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ❁❁

حضرت ابودرداء انصاریؓ

فرقان دانش

حضرت ابودرداءؓ کا اصل نام عویمر بن مالک خزرجی تھا۔ وہ اپنی کنیت "ابودرداء" سے جانے جاتے تھے۔ ابودرداء اور عبداللہ بن رواحہؓ میں نبی اکرم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے بہت پہلے گہری دوستی قائم تھی۔ جب مدینہ میں مسلمان آئے تو ابن رواحہؓ نے فوراً اسلام قبول کرلیا جبکہ ابودرداءؓ نے اعراض کیا۔ تاہم دونوں اصحاب میں دوستی و محبت اسی طرح قائم رہی۔ ایک دن ابودرداءؓ اپنی دکان پر بیٹھے تھے تو عبداللہ بن رواحہؓ نے ان کے گھر جا کر اس بت کو پاش پاش کر دیا جس کی ابودرداء پوجا کیا کرتے تھے۔ جب ابودرداء گھر واپس آئے تو ان کی بیوی ام درداء نے بتایا کہ آپ کے بھائی ابن رواحہؓ نے تمہارے بت کو توڑ دیا ہے۔ بت کے ٹکڑے دیکھ کر وہ غصے سے آگ بگولا ہوگئے اور انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ کچھ دیر بعد جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے غور کیا کہ اگر اس بت میں ذرا بھی قوت وطاقت ہوتی تو یہ اپنا دفاع ضرور کرتا۔ یہ سمجھ آتے ہی وہ عبداللہ ابن رواحہؓ کے پاس پہنچے اور ان کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اسلام میں داخل ہونے والے وہ اپنے قبیلے کے آخری فرد تھے۔

حضرت ابودرداء کو اسلام لانے کے بعد اس بات کا قلق تھا کہ ان کے دوست فہم دین اور حفظ کلام الٰہی میں ان پر سبقت لے گئے۔ چنانچہ انہوں نے مسلسل محنت اور جدوجہد کے ذریعے اس کی تلافی کا عزم کرلیا۔ وہ کتاب اللہ کو یاد کرنے اور آیات الٰہی پر تدبر میں اپنا زیادہ وقت صرف کرنے لگے۔ کاروبار اور حفظ آیات سے جو وقت بچتا اسے عبادت میں صرف کرتے۔ جلد ہی انہوں نے محسوس کیا کہ کاروبار اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے وہ علمی مجالس میں شرکت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے کاروبار دنیوی سے علیحدگی اختیار کر کے ہر دم بارگاہِ رسالتؐ میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگرچہ کاروبار معیشت اختیار کرنا حرام نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں میں میرا شمار ہو جن کو تجارت اور دوسری مصروفیات اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتیں۔ اس کے بعد حضرت ابودرداءؓ نے روکھی سوکھی غذا اور موٹے جھوٹے لباس پر قناعت اختیار کرلی۔

ایک بار کچھ مہمان آپؓ کے گھر آئے، گھر کو خالی دیکھ کر پوچھا۔ "آخر آپ کا سارا سامان کہاں ہے؟" کہنے لگے: "ہمارا ایک اصلی گھر آخرت میں ہے۔ جب کوئی سامان ہمیں حاصل ہوتا ہے تو ہم اسے وہاں بھیج دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس اصلی گھر تک جانے کا راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ وہ راستہ یقیناً سامان سے بے نیاز ہلکا پھلکا آدمی زیادہ آسانی سے عبور کرسکتا ہے۔ اس لیے ہم میاں بیوی چاہتے ہیں کہ اپنے بوجھوں سے سبکدوش ہو جائیں، تاکہ بآسانی منزل تک پہنچ سکیں۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں آپؓ کو شام کا گورنر بنانا چاہا تو وہ تیار نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے اصرار پر راضی ہوئے تو اس بات پر کہ وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم بھی دیں گے اور نماز پڑھایا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ جب وہ دمشق پہنچے تو دیکھا لوگ عیش و عشرت میں پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؓ بہت پریشان ہوئے۔ لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور ارشاد فرمایا:

"لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی توجہ ان چیزوں کے حصول میں صرف کر رہے ہو جن کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے، اور جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے (یعنی جو تمہارے ذمہ ہیں) ان کو تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ تم سے پہلے لوگوں نے مال و دولت کے انبار جمع کیے اور عالی شان محل تعمیر کیے، لیکن جلد ہی وہ مال تباہ و برباد ہو گیا اور تعمیر کردہ مکانات قبروں میں تبدیل ہوگئے۔ اے اہل دمشق! یہ مال و دولت اور محلات قوم عاد کا ترکہ ہیں۔ میں یہ دو درہم میں فروخت کر رہا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کو لینا چاہتا ہے۔"

حضرت ابودرداءؓ کی یہ طویل تقریر سن کر لوگ زار و قطار رونے لگے۔ اس کے بعد آپؓ نے بازاروں اور عوامی مجلسوں میں روزانہ شرکت کا معمول بنا لیا، جہاں وہ پوچھنے والوں کو مسائل بتاتے۔ ان پڑھوں کو پڑھاتے اور غافلوں کو ہوشیار کرتے۔ اس کام کے لیے وہ اپنی فرصت کے ایک ایک لمحے کا بھرپور استعمال کرتے۔

ایک دفعہ آپؓ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو مار پیٹ رہے ہیں۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ اس شخص نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ آپؓ نے پوچھا یہ بتاؤ اگر یہ شخص کنویں میں گر جاتا تو کیا تم اسے باہر نہ نکالتے۔ سب نے کہا ضرور باہر نکالتے۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا: "پھر اسے نہ مارو پیٹو بلکہ وعظ و نصیحت پر اکتفا کرو۔ اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس گناہ میں ملوث نہیں ہونے دیا۔" لوگوں نے پوچھا: "کیا آپؓ اس جیسے گناہ گار شخص سے نفرت نہیں کرتے۔" آپؓ نے جواب دیا: "میں اس کے گھناؤنے فعل کو ناپسند کرتا ہوں، اگر یہ توبہ کر لے تو میرا بھائی ہے۔" یہ سن کر وہ شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اپنے گناہ سے توبہ کر لی۔

ایک بار ایک نوجوان ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے! آپؓ نے فرمایا: "خوشحالی کے زمانے میں اللہ کو یاد رکھو، وہ تم کو تنگدستی کے دنوں میں یاد رکھے گا۔ تم یا تو عالم بنو یا متعلم بنو اور جاہل نہ بنو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ مسجد کو اپنا گھر سمجھو کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: 'مساجد ہر متقی آدمی کے گھر ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پل صراط سے گزار کر اپنی رحمت اور خوشنودی تک پہنچنے کی ضمانت دی ہے جو اپنے وقت کا بیشتر حصہ مسجدوں میں گزارتے ہیں۔"

چند نوجوان راستے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور آتے جاتے لوگوں کو گھور رہے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ نے انہیں کچھ ان الفاظ میں نصیحت فرمائی۔ "بچو! مسلمان کی نشست گاہ اس کا گھر ہے۔ اسی میں رہ کر وہ اپنے نفس اور اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ بازاروں اور عام گزرگاہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ کام آدمی کو غافل کر کے فضول اور بے مقصد مشاغل میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

قیام دمشق کے زمانے میں وہاں کے گورنر

حضرت امیر معاویہ ؓ نے ابو درداء ؓ کی صاحبزادی درداء سے اپنے لڑکے یزید کی شادی کا پیغام بھیجا۔ لیکن انہوں نے یہ پیغام قبول نہ کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح ایک عام مسلمان سے کر دیا، جس کی دینی و اخلاقی حالت بہتر تھی۔

کسی کے پوچھنے پر کہ ایسا کیوں کیا؟ آپؓ نے جواب دیا: ”یہ قدم میں نے اپنی بیٹی کی فلاح کے پیش نظر اٹھایا۔ کیونکہ اگر میں گورنر کے گھر رشتہ دے دیتا تو ہر وقت لونڈیوں اور غلاموں کی بھرمار اور شاندار محلوں کی جگمگاہٹ میں اس کا دین کہاں رہتا۔“

حضرت ابودرداء ؓ کے قیام دمشق کے دور میں حضرت عمر فاروق ؓ ملکی حالات معلوم کرنے کے لیے ان کے گھر آئے۔ رات کا وقت تھا۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ دونوں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ کوئی بھی اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے تکیے کو ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ زین کے نیچے رکھا جانے والا کمبل ہے۔ بستر کو ٹٹولا تو پتہ چلا کہ وہاں کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ جبکہ اوڑھنے کے لیے پتلا سا کمبل ہے جو دمشق کی سردی سے بچانے کے لئے ناکافی تھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”اللہ آپؓ پر رحم فرمائے، یہ تنگی کیوں؟“ حضرت ابودرداء ؓ نے جواب دیا: ”رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہارے پاس دنیا کا ساز و سامان مسافر کے زاد راہ کی طرح مختصر اور حسبِ ضرورت ہونا چاہیے۔“ اس کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابودرداء ؓ مل کر رونے لگے اور صبح تک روتے رہے۔

حضرت ابودرداء ؓ اپنی موت تک اہل دمشق کو وعظ و نصیحت اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو ان کے احباب نے ان سے پوچھا۔ ”کوئی خواہش ہے۔“ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا: ”اپنے رب سے عفو و درگزر کا طالب ہوں۔“ پھر ان لوگوں سے کہا، مجھے کلمہ کی تلقین کرو اور اس کے بعد وہ برابر کلمہ طیبہ دہراتے رہے اور اسی حال میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ انتقال کے بعد حضرت عوف بن مالک ؓ نے خواب میں جنت کی نعمتیں دیکھیں، جو نہ آنکھوں نے پہلے دیکھیں نہ ان کے بارے میں کانوں نے سنا، نہ ان کا کبھی کسی کے دل میں خیال تک آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کس کا ہے۔ جواب ملا: ”یہ سب اللہ نے ابودرداء ؓ کے لئے تیار کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ دنیا کو اپنے ہاتھوں اور سینے سے پیچھے دھکیلتے تھے۔“

اظہار خیال

متحدہ مجلس عمل کی بحالی اور طلاق مغلظ

محمد سمیع

جب متحدہ مجلس عمل کا قیام عمل میں آیا تو عوام کی جانب سے ایک خوشگوار حیرت کا اظہار ہوا تھا، کیونکہ ماضی کے تجربات کی روشنی میں عوام کا یہ ذہن بن چکا تھا کہ مذہبی سیاسی جماعتوں میں اتحاد محال ہے۔ یہ جماعتیں حکومتوں کو گرانے اور بنانے کے لئے سیکولر جماعتوں سے اتحاد تو کر سکتی ہیں، مگر وطن عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس کا ایک بار مجھے خود ایک مولانا کی گفتگو سے اندازہ ہوا تھا جو ایم آر ڈی کے زمانے میں خاصے متحرک تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں منصورہ میں محترم قاضی حسین احمد سے محو گفتگو تھا کہ انہوں نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ مولانا یہ بتائیں کہ آپ کا تعلق دیو بندی مکتبہ فکر سے ہے اور جماعت اسلامی کے عقائد کچھ مختلف نہیں تو ہم میں اتحاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے از راہ تفنن فرمایا کہ ”قاضی صاحب! اگر میں اس کی اصل وجہ بتا دوں تو میرا منصورہ میں آج رات کا قیام مشکل ہو جائے گا۔“ قاضی صاحب کے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ اتحاد کی تجویز پر پہلا سوال تو یہ اٹھے گا کہ اس اتحاد کا سربراہ کون ہوگا۔ ہر جماعت یہ چاہے گی کہ سربراہ اسی کا ہو اور یہ سوال سربراہی سے لے کر نچلی سطح تک اٹھے گا۔ جب متحدہ مجلس عمل کو انتخابی نشان کتاب الاٹ ہوا تھا، اس کے قائدین نے اپنے جلسے جلوسوں میں تقاریر کے دوران کتاب کو قرآن مجید سے تعبیر کیا تھا۔ عوام کی جانب سے اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھا تھا بلکہ بالعموم مثبت تاثر کا اظہار یوں ہوا تھا کہ اگر انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کی جیت ہوئی تو قرآن کے عدل اجتماعی کی راہ ہموار ہو گی۔ لیکن ہوا کیا، یہ سب ہمارے سامنے ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا اس سے کوئی بھلا نہ ہوا، البتہ اس کے نتیجے میں اس اتحاد میں شامل دو بڑی جماعتوں میں چپقلش پیدا ہو گئی جو تا حال جاری ہے اور واقعہ یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل میں شامل ان دو جماعتوں کے مقابلے میں دیگر جماعتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہم متحدہ مجلس عمل کے قائدین کے بیانات کی روشنی میں دلچسپ نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن فرماتے ہیں کہ قاضی حسین احمد، سید منور حسن کو مجلس کا صدر بنانا چاہتے ہیں۔ ویسے تو یہ مجلس کی صدارت محبوب کی کمر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جسے ڈھونڈنا پڑتا ہے کہ کہاں ہے، کس طرف کو ہے، کدھر ہے۔ قاضی حسین احمد پہلے ہی صدر کے منصب پر فائز ہیں۔ گویا وہ اپنی صدارت سے دستبردار ہونے کے لئے تو تیار ہیں، لیکن صدارت کے لئے جماعت اسلامی کا حق ہی فائق سمجھتے ہیں۔ سید منور حسن فرماتے ہیں کہ ہمیں مولانا کی شریعت اور انقلاب نہیں چاہئے، جس میں وہ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہوں (حالانکہ مولانا اس وقت بھی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہیں) اور اکرم درانی وزیر اعلیٰ۔ جماعت اسلامی فوجی انقلاب سے نبرد آزما ہونے کا خاصا تجربہ رکھتی ہے۔ پہلا فوجی انقلاب ایوب خان نے ماہ اکتوبر ہی میں برپا کیا تھا اور مولانا بھی متحدہ مجلس عمل میں انقلاب ماہ اکتوبر ہی میں لانے کا اعلان کر چکے ہیں اور اگر جماعت اسلامی اس میں شامل نہ ہو اور یہ بحال ہو جائے تو یہ مولانا کا انقلابی اقدام ہوگا۔ جماعت اسلامی نے فوجی انقلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ضیاء الحق کے دور میں ”ماموں“ نے ”بھانجے“ کے انقلاب کو قبول کر لیا تھا۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ یہ دو اصطلاحات ان دنوں میں بہت عام ہوتی تھیں۔ ضیاء الحق کی کابینہ میں جماعت اسلامی کے دو سینئر اکابرین کی شرکت بھی اس وقت موضوع گفتگو رہا تھا، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ جماعت اسلامی ایک منظم جماعت ہے اور جب وہ کسی اتحاد میں شامل ہوتی ہے تو اس اتحاد کے ڈسپلن کو قبول کرتے ہوئے ہر اقدام کرتی ہے۔ گیارہ جماعتی اتحاد جس نے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے خلاف تحریک چلائی تھی، یہ اس کا فیصلہ تھا کہ ضیاء الحق کی

کابینہ میں شمولیت اختیار کی جائے۔ سید منور حسن نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ مولانا کی شریعت کو نہیں مانتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ سینیٹر مولانا عبدالحق کی طرف سے ایک شریعت بل سینیٹ میں پیش کیا گیا تھا اور اس سلسلے میں ایک شریعت محاذ کا قیام بھی عمل میں آیا تھا۔ چونکہ جماعت اسلامی اسٹریٹ فورس رکھتی ہے لہٰذا وہ اس تحریک میں پیش پیش تھی۔ اس موقع پر ہمارے ایک سینئر رہنما نے فرمایا تھا کہ ہم منصورہ برانڈ شریعت بل کو نہیں مانتے۔

گو کہ ہمارے دین میں اجتماعی شادی کا کوئی تصور نہیں لیکن جس طرح کا بیان جمعیت علماء اسلام (س) کی طرف سے آیا ہے اس سے ایسا لگتا ہے کہ مجلس کے ساتھ اس میں شامل جماعتوں کی اجتماعی شادی ہوئی تھی۔ ان کی جانب سے کہا گیا ہے کہ ''ہم نے تو مجلس عمل کو طلاق مغلظہ دے دی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن ہمارا نام لے کر قوم اور اپنے اتحادیوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔'' اب پتہ نہیں اجتماعی شادی میں اگر ایک فریق طلاق دے دے تو یہ سب کی طرف سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہو تو مولانا فضل الرحمٰن کی مجلس عمل کی بحالی کے لئے بے چینی کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے طلاق رجعی دی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ مجلس کو اغوا کرنے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ اور بالآخر انہوں نے 18 اکتوبر کو ایم ایم اے بحال کرنے کا اعلان کر دیا۔ اب یہ اللہ جانے اس ادھوری بحالی سے اسلامی جماعتیں عوام میں بحال ہوں گی یا بدحال۔ متحدہ مجلس عمل ایک انتخابی اتحاد تھا اور اس کی بحالی کے لئے کوششیں اسمبلیوں اور اقتدار کا کھیل ہے۔ یہ اتحاد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تو تھا نہیں ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ پرویز مشرف کے دور میں حدود آرڈیننس میں ترامیم کی کوششیں ہو رہی تھیں تو مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف سے دھمکی آئی تھی کہ اگر ترامیم کی گئیں تو وہ استعفادے دیں گے، لیکن جب ترامیم ہو چکیں اور ان سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ کب تک مستعفی ہو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر استعفادیا جائے۔ غالب نے تو کہا تھا کہ ؎

نکالا چاہتا ہے کام تو طعنوں سے اے غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو!

لیکن ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں دھمکیوں سے کام نکالنا چاہتی ہیں۔ لہٰذا شریعت محاذ کی جانب سے بھی یہ دھمکی آئی تھی کہ اگر 27 رمضان المبارک تک شریعت بل پاس نہ ہوا تو اس کے تمام ارکان مستعفی ہو جائیں گے، لیکن نہ وہ شریعت بل پاس ہوا اور نہ دھمکی پر عمل کیا گیا۔

قارئین! بات یہ ہے کہ پنج پیری سلسلے کے مولانا محمد طیب نے درست فرمایا تھا کہ مذہبی سیاسی جماعتیں کیکر کا بیج لگا کر انگور حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ تو جس طرح یہ ناممکن ہے، اسی طرح انتخابی سیاست کے ذریعے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین کی ہمت کی داد دینی چاہئے کہ وہ ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ بظاہر تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ جس طرح تبلیغی جماعت انقلابی جماعت نہیں بن سکتی اسی طرح مذہبی سیاسی جماعتیں انقلابی سیاست کی شاہراہ کو اختیار نہیں کر سکتیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے۔

☆☆☆

تعاقب

چینلز کا نیپرا کے منہ پر تھپڑ!

ظفر عمر خاں فانی

نیپرا نے ٹی وی چینلوں کو ہندوستانی عورتوں کی برہنگی دکھانے سے منع کیا تو انہوں نے پاکستانی عورتوں کی برہنگی برائیڈل شو، فیشن شو، جیولری شو اور اس قسم کے دوسرے شوز کی کیٹ واک کرا کے دکھانی شروع کر دی اور اس پر تمام پاکستانیوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ کوئی کچھ نہیں کہہ رہا ہے۔ چینلز نیپرا کا ایک دوسرے طریقے سے بھی منہ چڑھا رہے ہیں۔ وہ ٹی وی پر نیپرا کا آرڈر دکھاتے ہیں اور ہندوستانی فلمیں نہ دکھانے کی معذرت کرتے ہیں اور فوراً بعد نیم برہنہ پاکستانی عورتوں کی کسی فیشن شو وغیرہ میں کیٹ واک دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر کوئی ''مسٹر'' احتجاج کر رہا ہے اور نہ کوئی ''مولوی'' اور نہ ہمارے پرنٹ میڈیا کے ایڈیٹر ہی اس پر کوئی احتجاج چھاپ رہے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ جاننا دلچسپ ہوگا کہ یہ لفظ ''ایڈیٹر'' کہاں سے آیا۔ یہودیوں نے امریکہ کے 15 بڑے اخباروں کے ملازمین میں خطیر مشاہرے پر ایڈیٹر تعینات کئے تھے، تاکہ یہودیوں کے خلاف کوئی مواد چھپ نہ سکے۔ یہ ایڈیٹر اپنے اخبارات میں خلاف یہود مواد چھپنے نہیں دیتے تھے۔ تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ پاکستانی اخباروں میں برہنگی کے خلاف مواد چھپنے سے روکنے کے لئے خفیہ ایڈیٹروں کا تقرر کیا گیا ہو۔ اس کے لئے یہود کا سامنے آنا ضروری نہیں ہے۔ پاکستان میں ''میر جعفروں'' اور ''میر صادقوں'' کی کمی نہیں ہے۔ پاکستانیوں کے کردار کے متعلق ایک امریکی وکیل کا یہ قول تو مشہور ہے کہ ''They will sell their mother for money.'' (وہ روپے کی خاطر اپنی ماں کو بھی فروخت کر سکتے ہیں)۔ ایک پاکستانی نژاد سرخ لیڈر کا اپنے ساتھیوں کو مشورہ تھا کہ اسلامی اقدار کو پامال کرنے کے لئے دو قدم آگے بڑھو۔ مسلمان شور مچائیں تو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس طرح آپ کم از کم ایک قدم آگے بڑھنے میں تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پالیسی پر اب تک عمل ہو رہا ہے۔ اسلامی اقدار کو (جن میں ''پردہ'' بنیادی اہمیت کا حامل ہے) ایک ایک کر کے مسمار کیا جا رہا ہے۔ APWA کے اسکولوں میں چھوٹی بچیوں سے اسٹیج پر ٹیبلو میں ایکٹنگ کروانے سے لے کر آج کی نیم برہنہ مسلمان جوان عورتوں کی ''کیٹ واک'' تک ''ترقی'' اس دو قدم بڑھنے اور ایک قدم پسپا ہونے کی پالیسی کی مرہون منت ہے۔ اور اب تو مرنے والوں کے لئے فاتحہ پڑھنے کے بجائے موم بتیاں جلائی جا رہی ہیں۔ گویا ہم مسلمان نہیں، پارسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیگر بہت سی غیر اسلامی خرافات بھی مسلمانوں میں رائج کر دی گئی ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اسلام دشمنوں کی پالیسیوں کو سمجھیں اور اپنی دینی اقدار پر جمے رہیں۔ اور یہ ملک جس اسلامی نظریہ کے لئے حاصل کیا گیا تھا، اُس کے غلبہ کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں وقف کر دیں کہ اسی میں خود اُن کی اور اِس مملکت خداداد کی بقا کا راز مضمر ہے۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

میر پور: توہینِ رسالت اور اس کا تدارک کے حوالے سے خصوصی پروگرام

پچھلے چند سالوں سے یہود و نصاریٰ نے پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اُس پر مسلمانانِ عالم شدید رنج و غم اور غم و غصہ کی کیفیت میں ہیں۔ اسی سلسلہ میں تنظیم اسلامی جاتلاں میر پور (آزاد کشمیر) کے زیر اہتمام توہین رسالت کی جسارتیں اور اُن کا تدارک کے حوالے سے ایک پروگرام جامع مسجد دارالسلام جی میں 20 اکتوبر 2012ء بروز اتوار بعد از نماز ظہر منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز پروفیسر عطاء الرحمٰن صدیقی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بارگاہِ رسالتؐ میں ہدیۂ عقیدت قاری عتیق الرحمٰن فیضی نے پیش کیا۔ تنظیم اسلامی کا تعارف مختصر اور جامع الفاظ میں محترم سید محمد آزاد نے پیش کیا، جس کے بعد مہمان خصوصی جناب خالد محمود عباسی، نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان نے خصوصی خطاب کیا۔ انہوں نے تاریخی حوالوں سے حضور اقدس ﷺ کی شانِ اقدس میں یہود و نصاریٰ کی ہرزہ سرائیوں اور ان کے پس منظر سے آگاہ کرتے ہوئے حالیہ گستاخانہ اقدامات اور جسارتوں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ خالد محمود عباسی نے کہا کہ جب کبھی مسلمانانِ عالم نے دین سے دوری کا رویہ اختیار کیا' شعارِ اسلامی سے عملی بے زاری کے مرتکب ہوئے، یہود و نصاریٰ نے پیغمبر اسلام ؐ کی شان میں گستاخی کی ناپاک جسارتیں کیں۔ انہوں نے عالم اسلام کے حکمرانوں کی بے حسی اور سامراج دوستی کا حوالہ دیتے ہوئے بجا طور پر کہا کہ اگر عالم اسلام متحد ہو کر عالم کفر کو چیلنج کرے اور نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخیوں سے باز نہ آنے کی صورت میں صہیونیوں اور نصاریٰ کے مفادات پر ضرب کاری لگانے کا عہد کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ آزادی اظہار کے نام پر مقدس ترین ہستی کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کا یہ شیطانی سلسلہ جاری رہ سکے۔ جناب خالد محمود عباسی نے کہا کہ ملالہ نامی لڑکی پر قاتلانہ حملہ اور پھر اسے ہائی پروفائل کیس بنا کر اس کی ملکی اور عالمی میڈیا پر تشہیر بھی عالم اسلام، خصوصاً وطن عزیز میں نبی اقدس ﷺ کی شان میں گستاخیوں کے خلاف برپا احتجاجی تحریک اور ملی بیداری سے توجہ ہٹانے کی ایک کوشش ہے، ورنہ وطن عزیز میں روزانہ کتنی ہی معصوم بچیوں کو بے حرمتی کے بعد بہیمانہ طریقہ سے قتل کر دیا جاتا ہے، ونی کیا جاتا ہے مگر کسی حاکم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جناب خالد محمود عباسی نے کہا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرنا ہوگا کہ ہم ایک آزاد ملک (پاکستان) حاصل ہونے کی صورت میں وہاں اللہ کا دین نافذ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کی اب تک پاسداری نہیں کی۔ قومی سطح پر ہمیں اسی بدعہدی کی سزا مل رہی ہے اور ہم پر نااہل اور کرپٹ حکمران مسلط ہیں۔ انہوں نے توہین رسالت اور شیطان صفت امریکی پادری ٹیری جونز کی جانب سے قرآن پاک جلائے جانے کے واقعہ کو مسلمانانِ عالم کی عمومی بے حسی اور دین سے دوری کا نتیجہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کی ناپاک جسارتوں کے خلاف اگرچہ ہمیں آواز ہر سطح پر اٹھانی چاہئے اور ہر ممکن وسائل بروئے کار لانے چاہئیں، تاہم اس کا مؤثر تدارک کا راستہ یہ ہے کہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اسوۂ کامل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اللہ کے دین (نظام خلافت) کا نفاذ کیا جائے، اس کے لئے منظم مربوط کوشش کی جائے۔ ہم اِسی طرح یہود و نصاریٰ کو دندان شکن جواب دے سکتے ہیں۔ جناب خالد محمود عباسی کے خطاب کے بعد ایک قرارداد پیش کی گئی، جس میں نبی مکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکوں، توہین آمیز فلم اور قرآن مقدس کے جلائے جانے جیسے واقعات کے مرتکب ممالک سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے اور عالمی سطح پر ایک ایسا قانون بنائے جانے کا مطالبہ کیا گیا جو کسی بھی نبی، رسول یا مذہبی الہامی کتاب کی توہین کے مرتکب کے لئے سزائے موت پر مشتمل ہو۔

پروگرام کی نظامت کے فرائض اُسرہ جاتلاں شرقی کے نقیب غلام سلطان نے انجام دیئے۔ نماز عصر تک جاری رہنے والے اس پروگرام میں جاتلاں اور مضافات، میر پور اور جہلم سے تقریباً اڑھائی سو رفقاء و احباب شریک ہوئے۔ پروگرام کی اختتامی دعا جناب مشتاق حسین ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار نے کرائی۔ شرکائے پروگرام کے لیے کھانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

(مرتب: اعظم گیلانی)

تنظیم اسلامی مروٹ کا ماہانہ تربیتی اجتماع

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم مروٹ کا ماہانہ تربیتی اجتماع 20 اور 21 اکتوبر کی درمیانی شب شب بیداری کی صورت میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز مغرب کی نماز کے بعد ہوا۔ امیر مقامی تنظیم محمد ریاض نے ابتدائی گفتگو میں کہا کہ ایسے اجتماعات ہماری تربیت اور تزکیہ نفس کے لئے بے حد اہم ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے جذبہ اور خلوص نیت کے ساتھ اِن میں شرکت کی جائے۔ بعد ازاں محمد رضوان عزمی کو درس قرآن کے لئے دعوت دی گئی۔ انہوں نے فلسفۂ قربانی اور حیات ابراہیمی پر بہت جامع گفتگو کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں پیش آمدہ مشکلات اور آزمائشوں کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تن تنہا شرک کے نظام کو للکارا، غلبۂ دین کے لئے برادری اور رشتہ دار چھوڑے، ملک چھوڑا، ہجرت کی۔ یہاں تک کہ اللہ کی رضا کے لئے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری تک چلانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو وقف کرنا ہوگا۔ نماز عشاء کے بعد جناب محمد ریاض نے "حیا" کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں راقم نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے سیرت حضرت عمرؓ سے کچھ واقعات حاضرین کے سامنے بیان کئے۔ اس کے بعد تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ سورۃ المومنون کی ابتدائی 11 آیات کا مذاکرہ رضوان عزمی نے کروایا۔ مذاکرے کے بعد شرکاء کو چائے پیش کی گئی۔ رات ساڑھے دس بجے آرام کا وقفہ ہوا۔ سونے سے پہلے رضوان عزمی نے سونے کے آداب بیان کئے۔ ساڑھے تین بجے رفقاء و احباب کو بیدار کیا گیا۔ انفرادی نوافل کی ادائیگی کے بعد نماز کا ترجمہ سکھایا گیا۔ اس دوران میں نماز فجر کا وقت ہو گیا، چنانچہ نماز ادا کی گئی۔ بعد ازاں سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کا درس ہوا، جس کی ذمہ داری محمد رضوان عزمی نے ادا کی۔ آخر میں مقامی امیر نے اختتامی کلمات کہے اور تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ اس اجتماع میں 21 رفقاء اور 3 احباب شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین (مرتب: محمد اقبال)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ماہانہ دعوتی و تربیتی اجتماع

9 ستمبر 2012ء کو نوشہرہ سے 35 کلومیٹر کے فاصلے پر کنڈ پارک سے ملحق دریا کے قریب تنظیم اسلامی نوشہرہ کا ماہانہ دعوتی و تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ اس پروگرام کی تیاری عید الفطر سے پہلے رمضان المبارک میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ مقامی ناظم بیت المال مولانا عبد الخالق اور راقم نے قبل ازیں اس علاقے کا دورہ کیا اور اجتماع گاہ کا تعین کیا۔ اس جگہ لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ ایک پرسکون اور پرفضا مقام ہے۔ لہٰذا اس جگہ کو اجتماع کے لئے مناسب سمجھا۔ رفقاء و احباب کے نوشہرہ مرکز میں اکٹھے ہونے کے بعد مقامی ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے سفر اور اس پروگرام کے حوالے سے ہدایات دیں اور دعا کے ساتھ سفر پر روانگی ہوئی۔ جہانگیرہ چوک پہنچ کر رفقاء نے بسلسلہ آگاہی منکرات ہینڈ بل (بعنوان "سیاسی نظام") 2000 کی تعداد میں بازار اور گرد و نواح میں تقسیم کئے۔ اس کے بعد اجتماع گاہ روانگی ہوئی،

جو جہانگیرہ چوک سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ پونے بارہ بجے قافلہ دریا کے کنارے پہنچ گیا اور وہاں پر پانی کے قریب بیٹھنے کی جگہ اور سائبان کا مناسب بندوبست کیا گیا۔ بعد ازاں قاضی فضل حکیم نے وائٹ بورڈ کی مدد سے ''دین کے کاموں میں حائل رکاوٹیں'' کے موضوع پر مفصل بیان کیا اور رفقاء سے اُن وجوہات کے بارے میں پوچھا جن کی بنا پر ہم دین کے کاموں میں کوتاہی کرتے ہیں اور اُن کے لئے اپنے اوقات فارغ نہیں کرتے۔ قاضی فضل حکیم نے کہا کہ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں، تاہم بنیادی بات یہ ہے کہ اگر ہم فی الواقع دین کو اپنا مقصد سمجھیں تو باقی تمام کاموں پر اس کو ترجیح دیں۔ اس کے بعد امیر مقامی تنظیم نے اپنے مختصر بیان میں رفقاء کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب وتشویق دلائی اور تنظیمی اجتماعات میں حاضری کی تاکید کی۔ بیانات کے بعد ظہر کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد کچھ رفقاء کھانے کی تیاری میں مشغول ہوگئے اور باقی رفقاء واحباب دریا کے شفاف نیلے پانی میں تیراکی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ بعد ازاں انہوں نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد مقامی ناظم تربیت جناب نصر اللہ نے منتخب نصاب نمبر 2 ''بگڑے ہوئے مسلمان معاشرے میں اسلامی انقلاب کے لئے آخری اقدام'' کے عنوان پر قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل بیان کیا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 15 رفقاء اور 6 احباب نے شرکت کی۔ ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی جناب خورشید انجم بھی پشاور سے خصوصی طور پر تشریف لائے۔ اس پروگرام کا ایک مقصد توجہ طلب رفقاء کو مطالبات دین کی یاددہانی تھا۔ رفقاء واحباب نے پروگرام کو بہت پسند کیا اور اپنے لئے مفید پایا۔ پروگرام کے اخراجات رفقاء نے خصوصی انفاق سے پورے کئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی وجہد اور انفاق فی سبیل اللہ کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: جان نثار اختر)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی اجتماعات

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ہر ماہ مختلف مقامات پر دعوتی اجتماعات وحلقہ قرآنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک پروگرام میں ہفتہ وار بنیاد پر الہدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ میں بعد نماز عصر ہوتا ہے۔ گزشتہ ماہ کے دوران میں یہاں مجموعی طور پر 5 حلقہ جات قرآنی کا انعقاد ہوا، جن میں اوسطاً 6 رفقاء اور 15 احباب شرکت کرتے رہے۔ 17 ستمبر کو حکیم آباد میں مبتدی رفیق ڈاکٹر نور القادر کی رہائش گاہ کے قریب واقع مسجد میں نماز عصر تا مغرب ''عبادت رب'' کے موضوع پر ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے وائٹ بورڈ کی مدد سے مفصل بیان کیا۔ اس اجتماع میں تین رفقاء اور تقریباً 50 احباب نے شرکت کی۔ 18 ستمبر کو انہوں نے خویشگی گاؤں میں مقامی ناظم تربیت جناب نصر اللہ کی رہائش گاہ کے قریب واقع مسجد میں بعد نماز عصر ''مطالبات دین'' کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ محفل درس میں 4 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد انہوں نے ملتزم رفیق محمد حامد کی دعوت پر ان کے محلہ کی مسجد میں ''مطالبات دین'' کے موضوع پر وائٹ بورڈ کی مدد سے مفصل بیان کیا۔ اِس پروگرام میں 5 رفقاء اور 20 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس جدوجہد کو قبول فرمائے، اور اسے اقامت دین کے لئے ممد ومعاون بنائے، آمین (مرتب: جان نثار اختر)

پشاور: گستاخانہ فلم کے خلاف تنظیم اسلامی کا احتجاجی مظاہرہ

21 ستمبر 2012ء بعد نماز جمعہ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام پشاور میں امریکہ میں بنائی جانے والی توہین آمیز گستاخانہ فلم کے خلاف ایک پُرامن احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرے کی قیادت ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی خورشید انجم نے کی۔ مظاہرہ کا آغاز بعد نماز جمعہ جامع مسجد امیر معاویہؓ محلہ جٹاں علاقہ یکہ توت سے ہوا۔ اس سے قبل خطاب جمعہ میں جامع مسجد امیر معاویہؓ کے خطیب اور تنظیم اسلامی پشاور شہر کے ناظم دعوت وارث خان نے مظاہرے کی غرض وغایت بیان کی اور مسجد کے نمازیوں سے اپیل کی کہ اس مظاہرے میں تنظیم کے نظم کے تقاضوں کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے شرکت کریں۔ مظاہرے کے آغاز پر ناظم دعوت تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم نے شرکاء کو ہدایات دیں اور مظاہرے کی غرض وغایت بیان کی۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء واحباب نے بینرز، ٹی بورڈز اور تنظیمی جھنڈے اُٹھا رکھے تھے۔ بینرز اور ٹی بورڈز پر مختلف قرآنی آیات، احادیث اور احتجاجی نعرے درج تھے۔ ''ناموس رسولؐ پر جان دینا باعث افتخار ہے''۔ ''غلامی رسولؐ میں موت بھی قبول ہے'' ''گستاخ رسولؐ کی بس ایک ہی سزا سرتن سے جدا''۔ ''ناموس رسالتؐ پر مغرب کے حملے، کیا مسلمان اب بھی نہیں جاگیں گے؟''۔ ''اے امریکیو! تمھاری مذہبی غیر رواداری تمھارا خبث باطن ظاہر کرتی ہے'' ''اے اہل ایمان تم یہود ونصاریٰ کو (ہرگز) اپنا دوست نہ بناؤ''۔ ''امریکہ کا جو یار ہے غدار ہے غدار ہے''۔ امریکہ سے ناتا توڑو رب سے رشتہ جوڑو۔''

کوہاٹی چوک پر مظاہرے کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر ناظم حلقہ خورشید انجم، جناب وارث خان اور قاضی فضل حکیم نے شرکاء سے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ انبیاء کرام مقدس ہستیاں ہیں اور نبی اکرم ﷺ اُن میں سے افضل ترین اور اکمل ترین ہستی ہیں۔ آپؐ کی ناموس پر رکیک حملہ کر کے یہود ونصاریٰ نے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ لوگ ہولوکاسٹ اور بعض دوسرے معاملات پر بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے، مگر ان کی شیطنت اور اسلام دشمنی کی انتہا یہ ہے کہ آزادی اظہار رائے کی آڑ میں پیغمبر اسلامؐ کی ناموس پر حملوں کا دفاع کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گستاخ رسولؐ کی بس ایک ہی سزا ہے کہ اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ گستاخی رسولؐ کے مرتکب لوگوں کی سرپرستی کرنے والے ممالک کے ساتھ تعلقات منقطع کئے جائیں۔ 22 ستمبر 2012ء کو پشاور سے شائع ہونے والے تمام بڑے اخبارات روزنامہ ''مشرق'' روزنامہ ''ایکسپریس'' روزنامہ ''آئین'' وغیرہ نے تنظیم اسلامی کے مظاہرے کو کوریج دی اور اِس کی خبر نمایاں انداز میں شائع کی۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس، دبئی میں سینئر نیٹ ورک انجینئر کے لئے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ (ترجیحاً میڈیکل کے شعبہ سے وابستہ) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4873688

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال دراز قد، تعلیم ایف اے امور خانہ داری میں ماہر کے لئے پڑھے لکھے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کے بھائی تنظیم اسلامی کے رفیق ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-2673767 0345-3199808

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی

کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

2 تا 4 دسمبر 2012ء

(بروز اتوار، پیر، منگل)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

ہدایات

☆ اجتماع کا آغاز اتوار 2/دسمبر عصر کے وقت ہوگا۔ رفقاء واحباب ظہر تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اجتماع کا اختتام منگل 4/دسمبر ظہر پر ہوگا۔

☆ رفقاء واحباب اپنے قومی شناختی کارڈ ہمراہ رکھیں۔

☆ رفقاء اپنے ''تعارفی بیج'' اجتماع گاہ پہنچنے سے قبل اپنے متعلقہ نظم سے حاصل کریں۔

☆ رات کو موسم میں زیادہ سردی متوقع ہے۔ مناسب بستر ہمراہ لائیں۔

مزید تفصیلات کے لئے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی

فون (042)36293939-36316638-36366638

new place.

The famous Bhopali poet, Asghar Sheri Bhopali, expressed this very poignantly in a verse saying that nothing remains static; everything changes with time. An example that instantly comes to mind is that of the descendants of India's richest ruler, Nizam of Hyderabad. After the Indian government annexed the state in 1948, the family moved to Australia. Every now and then one of the members of the family visited Hyderabad, sold some remnant of their properties there and took the money back to Australia with them. All those untold riches are now a thing of the past. There are so many examples of the once rich having to beg or work for a living, yet the wealthy behave as if it will go with them to the grave.

Most people will do anything to become rich and it becomes the sole goal of the lives. The whole nation, including the rulers, knows that our country is in a mess. There is no law and order; load shedding has played havoc with industries, causing unemployment; inflation is high and targeted killings, kidnappings and sectarian murders are the order of the day. In Sindh and Balochistan, there is no government writ. Many people live miserable lives and see no solution to their problems. Those left homeless after earthquakes and floods are still without shelter, food or medicines. New floods have further increased their miseries. But the rich are least bothered. They seem oblivious to the fact that they can't take their wealth with them and that they will end up as nothing more than a handful of dust.

Most religious leaders and parties pay no more than lip service to moral values. They are very good at organizing demonstrations, destroying public and private property and wasting millions of man hours. No political leader or party advises their followers not to indulge in hooliganism. Forgetting all values, everyone wants to gain popularity, power, wealth and prestige. Consequently, there is universal loss of morality in the country and the nation as a whole becomes morally corrupt --- the curse and chastisement of Allah is not far off. For those in power, the wealthy and the rich, Allah's message is:

> "When We decide to destroy a population, We first send a definite order to those among them who are given the good things (luxuries) of life and yet transgress, so that the word is proved true against them. Then We destroy them utterly."

[*Surah Bani Israel*; 17:16]

(*Courtesy: daily "The News"; October 15, 2012*)

معمار پاکستان نے کہا

قائداعظم نے لندن سے کراچی آمد پر زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کے سامنے کہا:

"میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا، اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کی مملکت کے قیام کے لئے کوشش کروں۔ اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت ہے، مجھے اعلیٰ منصب اور مراعات سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کر دوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے اور دولت بھی۔ مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت و منصب دونوں کو تج کر انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے، تاکہ ایک ملک وجود میں آئے جس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو۔"

(قائداعظم کا یہ بیان زمیندار لاہور اور ماہنامہ منارہ کراچی میں شائع ہوا۔)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

NOTHING WILL HELP

The Arabic, Persian and Urdu languages are rich and sweet and are able to express feelings, events and incidents in a single verse. One such verse was written by the famous poet, Mushafi, in which he taunted that a person's wealth would find a new place when its owner was gone. Despite the fact that man is aware of his mortality, he nonetheless never tires of being greedy and collecting wealth by any means. Prophets, saints, Sufis, etc., have all spoken of man's mortality, poets even calling life a passing substance.

Centuries-old ruins of palaces, cities, etc., are all witness to this, but human beings never seem to think of their wealth as something transient and they never seem to be content with what they have. Not surprisingly, then, man has been said to be an impatient, greedy and ungrateful creatures by the Almighty. There is the example of Qaroon, the richest person on earth at that time and a greedy miser. However, not all his wealth could save him from death. The famous saint, Farid-ud-Din Attar, was a very wealthy merchant and Allama Iqbal immortalized him, Rumi, Raazi and Ghazali in his verses, in which he said that what they had achieved had come only after great hardship and many prayers.

Attar, it is said, was once occupied with business dealings when a saintly person approached him, looked at him and said, "Attar, you will have a slow painful death." Attar, greatly annoyed, asked him how the saintly person himself was going to die. The man then lay himself down on the ground, closed his eyes and said, "Like this" --- and was gone. Attar was impressed and shaken. He gave away all his wealth and belongings to the poor and became a hermit, and his name is now immortal in the annals of saints. In our own times we now have Musharraf, Zardari and Gilani, who have all become immortal, but for the wrong reasons.

We all know that becoming wealthy does not always depend on intelligence, but is more often due to cunning, deceit, lies and manipulation. There was once a blind singer named Daulat who performed beautifully at the court of Amir Taimur. Taimur was well pleased with her melodious voice and jokingly asked her how come Daulat (meaning wealth) was blind. Came the spontaneous retort: "Yes, it is blind, otherwise it would not have come to a lame fellow like you". Taimur, amused by this answer, rewarded her handsomely. In Bhopal we had a very wealthy industrialist name Kaley Khan who owned the firm Kaley Khan Hanaeef Khan. He was quite dark of complexion with a pockmarked face. A famous humouristic poet, on seeing him, quipped: "If wealth had eyes, Kaley Khan wouldn't get a single rupee."

We know that the last Emperor of Iran was handsome and rich. He divorced his first childless wife, an Egyptian princess, and married an Iranian student, Farah Deba. They did produce an heir, but bad luck struck. The emperor developed cancer, he was overthrown by the Islamic Revolution and could not find anywhere to live peacefully until Anwar Sadaat of Egypt allowed him to die and be buried in Egypt. All his power, wealth and property had been to no avail.

After the fall of the Lukhnow dynasty, many princes were forced to do manual labour. Whenever they went to receive their meagre monthly allowances, they put on their traditional royal robes and they were still addressed by the people as "Nawab Sahib". When Shah Shuja's government was overthrown, his family moved to Peshawar and Bhopal and became ordinary working citizens. Prince Qaiser was head constable in Bhopal and Prince Akbar and Prince Asghar dealt in cattle. People were aware of their family background and still addressed them as "Nawab Sahib". All their wealth, as Mushafi said, had gone to find a